سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

شبلی نعمانی

ترجمہ

میمونہ سلطان شاہ بانو

تہذیب و تحشیہ

محمد احسان الحق

Marfat.com

Marfat.com

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

شبلی نعمانی

ترجمہ

میمونہ سلطان شاہ بانو

ذخیرۂ کتب محمد اقبال مجددی

تہذیب و تحشیہ

محمد احسان الحق

یونیورسل بکس

۴۰-اے - اُردو بازار - لاہور

Marfat.com

135178

جملہ حقوق محفوظ

ناشر ——— یونیورسل بکس
۴۰-اے اردو بازار لاہور

مطبع ——— جنرل پرنٹرز لاہور

بار اوّل ——— ۱۹۸۲ء

قیمت ——— ۱۵ روپے

افیصل پبلشنگ کمپنی اُردو بازار - لاہور

Marfat.com

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

کے

نام

فہرست

پیش گفتار	محمد احسان الحق	۱۱
تعارف	تحسین فراقی	۱۳
گذارش	میمونہ سلطان (رشاد بانو)	۲۱
دیباچہ	مفتی محمد انوار الحق	۲۳
(۱) ولادت باسعادت		۲۷
ولادت، یتیمی، رضاعت، بچپن		۲۷
جوانی، تجارت، نکاح		۲۹
اولاد		۳۳
(۲) رسالت		۳۴
تبلیغ علی الاعلان		۴۶
قریش کی مخالفت اور ایذا رسانی		۴۷
حضرت عمرؓ کا قبول اسلام		۴۸
حبشہ کی طرف ہجرت		۵۱
قریش اور بنی ہاشم میں قطع تعلقات		۵۲

Marfat.com

مہاجرین حبشہ کی مکہ واپسی	۵۲
عہد نامہ کا چاک ہونا	۵۳
وفات ابو طالب اور ام المومنین خدیجہ	۵۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف تشریف لے جانا	۵۴
زمانۂ حج میں تبلیغ	۵۵
اسلام کے انصار	۵۶
مدینہ میں اسلام	۵۷
(۳) ہجرت	۵۹
آنحضرتؐ کے متعلق قریش کا مشورہ	۵۹
آنحضرتؐ کی مکہ سے روانگی اور غارِ ثور میں قیام	۶۰
مؤاخاۃ مہاجرین و انصار	۶۲
(۴) غزوات و سرایا	۶۴
غزوۂ بدر ۲ھ	۶۴
غزوہ السویق	۷۲
عقد فاطمہ الزہرا	۷۳
غزوہ احد ۳ھ	۷۳
غزوہ حمراء الاسد	۸۳
سریہ رجیع ۶ھ	۸۴
سریۂ بیر معونہ	۸۵
غزوۂ بدر ثانیہ	۸۷
آنحضرتؐ کا کتابت سیکھنے کے لیے حکم دینا	۸۸

Marfat.com

ولادت حسین	۸۵
غزوۂ خندق	۸۹
غزوۂ بنو قریظہ	۹۲
غزوۂ بنی مصطلق	۹۶
صلح حدیبیہ	۹۷
بیعت رضوان	۹۹
قریش اور آنحضرت کے مابین عہد نامہ	۹۹
بادشاہوں کے نام مراسلات	۱۰۱
جنگ خیبر ۷ھ	۱۰۳
خالد بن ولید کا قبولِ اسلام اور سریہ موتہ	۱۰۵
فتح مکہ	۱۰۹
غزوہ حنین	۱۱۷
غزوہ تبوک ۹ھ	۱۲۳
وفودِ عرب	۱۲۴
وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۵
آنحضورؐ کی غیر حاضری میں نماز کی امامت	۱۲۶
کاتب اور عمّال	۱۲۷
سلاح مبارک	۱۲۸
⑤ شمائلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۹
جوامع الکلم	۱۳۵
ترجمہ جوامع الکلم	۱۳۶
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدوین اور جدید تقاضے — محمد اقبال مجددی	۱۳۹

Marfat.com

Marfat.com

پیش گفتار

پیشِ نظر کتاب جسے "سیرت طیبہ" کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے شبلی نعمانی کی ایک کم یاب اور غیر معروف تالیف "بدء الاسلام" کا اردو ترجمہ ہے اس کتاب کو مولانا حمید الدین فراہی نے فارسی کا روپ دیا۔ فارسی سے اُردو میں ترجمہ میمونہ سلطان شاہ بانو (بیگم نواب بھوپال حمید اللہ خاں) نے کیا۔

موجودہ اشاعت میں میمونہ سلطان کے اُردو ترجمہ کو متن کی تصحیح اور ضروری حواشی کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ متن میں آنے والی آیات کے نمبر اور متعلقہ سورتوں کے نام درج کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ترجموں میں جہاں کہیں الجھاؤ کا احساس ہوا ہے وہاں شاہ بانو کے ترجمۂ آیت کی جگہ نامور علماء و مفسرین میں سے کسی ایک کا ترجمہ شامل کر دیا گیا ہے۔ حواشی میں اس قسم کے اضافوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ اصحاب و اشخاص و مقاماتِ کتاب کے بارے میں ضروری تصریحات و توضیحات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اُمید ہے کہ تہذیب و تحشیہ کے اس کام سے کتاب زیادہ مفید اور معلومات افزا ہو جائے گی۔

عزیز گرامی پروفیسر تحسین فراقی اور محبِ محترم اقبال مجددی صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے تعارفی و تقریظی کلمات سے مرتب کے کام کی توقیر میں اضافہ کیا۔

محمد احسان الحق

ایم۔ اے۔ او کالج لاہور

۷ نومبر ۱۹۸۱ء

Marfat.com

Marfat.com

تعارف

مذاہبِ عالم میں "پانچ" کے لفظ کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے کون اہلِ نظر بے خبر ہوگا۔ مگر "پانچ" کا یہی معجزہ جب اُردو ادبیات میں ظہور کرتا ہے تو وہ عناصرِ پنج گانہ سامنے آتے ہیں جنھوں نے اردو کے رقبے کو بے حد وسعت دی اور فکر، فلسفہ، تاریخ، سیرت و سوانح، افسانہ و افسوں، نقد و انتقاد، شعر و سخن اور تمثیل و تفسیر کے میدان میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اِن عناصرِ خمسہ میں جو جامعیت، وسعتِ نظر، مذاقِ فن اور مؤرخانہ ژرف نگاہی علامہ شبلی کے حصے میں آئی، وہ بہت کم لوگوں کو میسر ہو سکی خصوصاً سیرت و سوانح کے میدان میں تو شبلی ایک نادر مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اپنے وقت میں وہ بقول مہدی افادی "ملک میں تاریخ کے معلّمِ اوّل" تھے۔

شبلی نے اردو کے علاوہ عربی کو بھی اپنے فکر و فرہنگ کی جولاں گاہ بنایا۔ اور یوں "اسکات المعتدی" "الانتقاد" اور "بدء الاسلام" جیسے رسائل وجود میں آئے۔ لیکن اِن تین عربی تصنیفات میں سے اوّل الذکر دو تصانیف کو نسبتاً زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ اور ان میں بھی خصوصاً "الانتقاد" کو جو مصر کے مشہور رسالے "الہلال" کے مشہور ایڈیٹر جرجی

Marfat.com

زیدان کی "تمدّنِ اسلام" کے ردّ میں نکلی تھی۔ شبلی کے احوال و آثار پر کام کرنے والوں میں سے بھی بیشتر نے "بدء الاسلام" کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ سیّد سلیمان ندوی نے "حیاتِ شبلی" میں دو مواقع پر اس رسالے کا اجمالی ذکر کیا ہے۔

"طلبہ میں ذاتِ پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسنِ عقیدت اور واقفیت پیدا کرنے کے لیے عربی میں سیرت کا ایک مختصر رسالہ "بدء الاسلام" لکھا اور وہ کالج کے نصابِ تعلیم میں داخل ہوا"۔ ص ۱۴۹

"انھوں نے علیگڑھ آکر نئی طرز پر جب تصنیفات کا آغاز کیا تو یہ آغاز بھی ذاتِ مبارک کے ذکرِ خیر ہی سے فرمایا اور "بدء الاسلام" کے نام سے عربی میں سیرتِ نبویؐ پر ایک مختصر رسالہ لکھا جو علیگڑھ کے کالج کے نصاب میں داخل ہوا"۔ ص ۸۰۰

خود علامہ شبلی نے سید سلیمان ندوی، سید نواب علی، مولوی حمید الدین فراہی اور دیگر احباب کے نام اپنے خطوط میں اپنے اس رسالے کا شاذ ہی ذکر کیا ہے۔ حمید الدین فراہی کے نام اپنے ستتّر (۷۷) خطوط میں سے صرف ایک میں "بدء الاسلام" کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود مولانا کی نظر میں اس رسالے کی بہ مقابلہ دیگر تصانیف کے اہمیت اتنی زیادہ نہ تھی۔ ۱۸ نومبر ۱۸۹۶ء کے اس خط سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ شبلی اپنے اس رسالے کا فارسی ترجمہ کرانا چاہتے تھے۔

عزیزی!

خط پہنچا۔ تمھیں سید صاحب کو سرٹیفکیٹ کے لیے لکھو اور ترجمہ طبقاتِ ابنِ سعد اور "بدء الاسلام" کو یاد دلاؤ"

اوپر کی گذارشات سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ "بدء الاسلام" شبلی کی غیر اہم تصانیف میں سے ہے۔ جہاں تک سیرتِ نبویؐ کا تعلق ہے، اس میں حضورِ اکرم کے ابتدائی حالات تو کسی قدر اختصار سے آئے ہیں لیکن زمانۂ رسالت کے باب میں ضروری تفصیل بھی ملتی ہے۔ اور

Marfat.com

جو واقعات و احوال اور اماکن و رجال اس مختصر تصنیف میں آئے ہیں وہ بیشتر مستند حیثیت رکھتے ہیں اور اب جبکہ پروفیسر احسان الحق صاحب نے اس کے اردو ترجمے ترجمہ میمونہ سلطان شاہ بانو، کو مزید تہذیب و تحشیہ کے ساتھ پیش کیا ہے تو اس میں جامعیت کی ایک نئی شان پیدا ہو گئی ہے۔

علامہ شبلی کی اس عربی تصنیف کا فارسی ترجمہ سَر سید احمد خاں کی فرمائش پر مولوی حمید الدین بی۔ اے (مولانا حمید الدین فراہی) نے کیا۔ مولوی حمید الدین صاحب دینی ادبیات کی ایک نامور شخصیت تھے۔ یہ مولانا شبلی کے ماموں زاد دیا بہ روایت مولانا عبد الماجد دریابادی پھوپھی زاد، بھائی تھے اور عزیز ترین شاگرد۔ فارسی اور عربی پر اہلِ زبان کی سی قدرت رکھتے تھے۔ مولانائے مرحوم کے علاوہ مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے تکمیلِ عربی کے بعد علیگڑھ کالج سے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ فارسی کے عالم ہی نہ تھے صاحبِ دیوان شاعر بھی تھے۔ عربی میں ادب الجاہلیہ کے تو گویا حافظ تھے۔ فلسفے کا مطالعہ بھی نہایت گہرا تھا۔ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کے علاوہ علی گڑھ کالج میں عربی کے استاد رہے اور آخر عمر میں حیدر آباد کے اورینٹل کالج کے پرنسپل رہے۔ انہوں نے بیشتر عربی زبان ہی کو اپنا میدانِ اظہار بنایا اور تفسیر نظام القرآن، جیسی معرکے کی عربی تفسیر لکھی۔

ان معروضات سے مقصد یہ تھا کہ مولوی حمید الدین جیسی شخصیت نے جو بیک وقت عربی اور فارسی پر حیرت انگیز عبور رکھتی تھی، مولانا شبلی کے رسالہ "بدء الاسلام" کا فارسی ترجمہ کس سلیقے سے کیا ہو گا۔ افسوس یہ ہے کہ لاہور کی کسی لائبریری سے علامہ شبلی کے اس رسالہ کا فارسی ترجمہ "آغازِ اسلام" نہیں مل سکا۔ ورنہ ترجمے کی خصوصیات کا بھی اجمالی ذکر کیا جا سکتا۔

چونکہ بیسویں صدی کے اوائل تک پہنچتے پہنچتے عربی اور فارسی زبانیں ہندوستان کے لوگوں کے لیے "لغتِ غریب" کی صورت اختیار کر چکی تھیں۔ اس لیے ضرورت تھی کہ عربی

Marfat.com

اور فارسی کی تصانیف کو اردو میں ڈھالا جائے۔ اس سلسلے میں ریاست بھوپال کی خدمات ریاست حیدر آباد کے بعد، لائق تحسین ہیں خصوصیت کے ساتھ ریاست کی آخری دو حکمران خواتین یعنی شاہ جہاں بیگم اور سلطان جہاں بیگم نے اس ذیل میں بڑی خدمات انجام دیں۔ پوری ریاست میں اردو کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ قوانین کی زبان اردو تھی۔ اور سرکاری ملازمتوں میں اردو کی قابلیت لازمی قرار دی گئی تھی۔ ریاست میں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ نئے مدارس کا قیام عمل میں آ رہا تھا۔ اور تعلیم نسواں اور خواتین کی فلاح و بہبود پر خصوصی توجہ دی جا رہی تھی۔ مولانا اسلم جیراجپوری کے بقول ''بھوپال کی حیثیت اس وقت بغداد الہند کی تھی۔ تفصیل کے لیے نواب سلطان جہاں بیگم کی ''اختر اقبال'' کے علاوہ بیگمات بھوپال (امین مارہروی)، اور اقبال اور بھوپال (صہبا لکھنوی) کا مطالعہ ہی کافی ہو گا۔

نواب سلطان جہاں بیگم ریاست بھوپال کی چوتھی اور آخری خاتون حکمران تھیں۔ انہیں اس امر کا بہت افسوس تھا کہ ''موجودہ تعلیم میں تاریخ و روایات اسلامی کو کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ اور اپنا خیال یہ ہے کہ کم سے کم ہر پڑھے لکھے مسلمان کو کچھ نہ کچھ مسائل اسلام پر عبور ہو جائے۔ اور تاریخ و روایات اسلام سے واقفیت ہو۔ اس امر کو مدِنظر رکھ کر ہمیشہ ترجمہ قرآن مجید کے پڑھنے پر زور دیا ہے اور مدارسِ نسواں میں تو ترجمہ قرآن مجید کا درس لازمی کر دیا ہے۔''

تاریخ و سیرتِ نبویؐ سے عمومی واقفیت کے نقطۂ نظر سے نواب سلطان جہاں بیگم نے اپنی بہو علیا خاتون شاہ بانو صاحبہ سے مولانا شبلی کی محولہ بالا کتاب ''بدء الاسلام'' کا ترجمہ اردو میں کر دایا اور پھر آنحضرتؐ کی سوانح عمری مرتب کرائی جو ''ذکرِ مبارک'' کے نام سے معروف ہے۔ علیا خاتون شاہ بانو صاحبہ، نواب سلطان جہاں بیگم کے تیسرے صاحبزادے اور ریاستِ بھوپال کے آخری والی، نواب حمید اللہ خاں (۱۸۹۴ تا ۱۹۶۰) کی بیگم تھیں۔ اور شاہ شجاع والیٔ کابل کے خاندان کے شہزادہ جہانگیر کی پوتی، جن کا خاندان عرصہ سے پشاور میں مقیم تھا۔ شادی کے وقت نواب زادہ حمید اللہ خاں کی عمر گیارہ سال

Marfat.com

اور شاہ بانو کی عمر سات آٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ صغر سنی کی اس شادی کے سلسلے میں نواب سلطان جہان بیگم کی وضاحت بڑی دلچسپ اور معنی خیز ہے۔ جو قارئین کی دلچسپی کے لیئے درج کی جاتی ہے:

"میں گمان کرتی ہوں کہ اس چھوٹے سے دولہا کو دیکھ کر آپ خیال کرتے ہوں گے کہ اس صغر سنی میں دلہن بیاہ لانے کی کیا ضرورت تھی ...... میرا اصل مقصود شادی میں عجلت کرنے کا یہ تھا کہ اپنی ننھی سی بہو کو اپنا نورِ نظر بنا کر اپنی نگرانی میں تعلیم و تربیت دے سکوں۔ کیونکہ عمدہ تعلیم و تربیت کو مستورات کے لیئے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ خوشنما زیور سمجھتی ہوں۔ یہ ایسا بیش بہا اور پائیدار زیور ہے جس کی آب و تاب کبھی ختم نہیں ہو سکتی"

چنانچہ میمونہ سلطان شاہ بانو کی تربیت فی الاصل نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ انہیں اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم دی گئی۔ قرآن مجید با ترجمہ پڑھایا گیا اور مسائل کی درسی کتب بھی ختم کرائی گئیں۔ دست کاری اور خانہ داری کی تعلیم اس پر مستزاد تھی۔ شاہ بانو کی مؤلفہ و مترجمہ کتب سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہیں اسلام اور متعلقاتِ اسلام سے کس قدر دلچسپی تھی۔ ذکر مبارک، اخلاقی حکایات اور فرائض کے علاوہ سلکِ مرواریدِ گل و ریحان اور آغازِ اسلام، ترجمہ بدء الاسلام ان کی مرتبہ و مترجمہ تصانیف ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے سلطان جہاں بیگم کے سفرِ یورپ کی یادداشتوں کو بھی "سیاحتِ سلطانی" کے نام سے مرتب کیا۔

بدء الاسلام کا اردو ترجمہ "آغازِ اسلام" کے نام سے کس سن میں ہوا؟ اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پنجاب پبلک لائبریری میں اس کا بلالی پریس دہلی کے شیخ فضل حسین کے توسط سے ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۶ء کا مطبوعہ ایک نسخہ ملتا ہے

Marfat.com

چونکہ شاہ بانو کی شادی ۱۹۰۵ء میں ہوئی اور اس کے بعد وہ دیر تک سلطان جہاں بیگم کے زیرِ تربیت رہیں۔ اور پھر انہی کی ایما پر "بدء الاسلام" کا اردو ترجمہ کیا۔ اس لیے قیاس یہی ہے کہ پہلی بار یہ ترجمہ ۱۹۱۶ء ہی میں ہوا اور چھپا ہوگا۔ اس کے تقریباً آٹھ سال بعد رحمانی پریس دہلی سے محمد نذیر حسین نے جمادی الآخر ۱۳۴۳ھ میں اسے شائع کیا۔

تاج کمپنی نے بھی شبلی کے اس مفید اور مستند رسالے کا اردو خلاصہ "حیات النبیؐ" کے نام سے شائع کیا ہے۔ لیکن اس اردو نسخے سے کچھ نہیں کھلتا کہ یہ کب شائع کیا گیا۔ اور یہ کس اردو ترجمے کا خلاصہ ہے۔ اس کی پیشانی پر صرف اس قدر درج ہے "علامہ شبلی کی مستند عربی تاریخ "بدء الاسلام" کے فارسی ترجمہ کا اردو خلاصہ"۔

"آغازِ اسلام" کے مندرجات پر ایک نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ اگرچہ کتاب مجمل ہے مگر اس اجمال میں جامعیت کا رنگ خوبی سے جھلکتا ہے۔ چنانچہ یہ مندرجات حضورِ اکرم علیہ التحیات والصلوٰۃ کی ولادت باسعادت، یتیمی، رضاعت، بچپن، سفرِ شام، نکاح، اولاد، رسالت، قریش کی مخالفت اور ایذا رسانی سے لے کر ہجرت، غزوات و سرّیات، فتح مکہ، غزوہ تبوک اور حضور کے وصال تک کے تمام اہم وقوعات اور توجیہات کا احاطہ کرتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ آنحضرتؐ کے شمائل، آپؐ کے کاتب، عمّال اور سلاحِ مبارک کا بھی ذکر ملتا ہے۔

زیرِ نظر ترجمے کے مرتب پروفیسر محمد احسان الحق، اردو ادب کے معروف نقاد ہیں اور دیگر کتب کے علاوہ ان کی کتاب "میر حسن...... عہد اور فن" کو معتبر تنقیدی دستاویز کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اردو ادبیات کے ایک اچھے نقاد ہونے کے علاوہ ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ تاریخ اور خصوصاً تاریخ اسلام پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں جگہ جگہ انھوں نے جو مفید حواشی دیئے ہیں وہ ان کی وسعتِ مطالعہ اور سیرتِ نبویؐ پر ان کی ژرف نگاہی کے ثبوت کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

Marfat.com

محمد احسان الحق صاحب کی اس مرتبہ کتاب کی بعض نمایاں خصوصیات یہ ہیں۔

اوّل یہ کہ کتاب میں بعض ایسے مقامات آئے ہیں جہاں حواشی کی ضرورت تھی مگر شاہ بانو نے بوجوہ ان کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ احسان صاحب نے ایسے مواقع پر مستند تواریخ، تفاسیر اور کتب سیر سے حوالے دیئے ہیں۔ مثلاً کامل ابن اثیر، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، سیرۃ النبی (شبلی)، مدارج النبوۃ، سیر انصار، سیر الصحابہ، معجم البلدان، تفسیر ماجدی، تفہیم القرآن اور بیان القرآن (حضرت تھانوی)، وغیرہ۔

دوم، یہ کہ حواشی میں بعض جگہ لغاتی مبحث بھی ملتے ہیں۔

سوم، یہ کہ بعض جگہ متن سے اختلاف کرتے ہوئے بعض حقائق اور آراء درج کر دیئے گئے ہیں اور استنباطِ نتائج قاری کی ذہانت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

چہارم، یہ کہ متن کے مجمل اور مختصر ہونے کے باعث دو ایک موقعوں پر جو الجھاؤ پیدا ہوا ہے، اسے مفید حواشی سے دور کیا گیا ہے۔

پنجم، یہ کہ احسان صاحب نے بعض غلط مسلمہ روایات کی بھی نشان دہی کی ہے مثلاً تاریخ کی عام کتب میں یہ مغالطہ موجود ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بعد حضورؐ کے چچا حضرت ابوطالب نے ان کی پرورش کی تھی۔ حالانکہ حضرت عبدالمطلب کے بعد حضورؐ کی پرورش حضرت زبیرؓ نے فرمائی تھی لیکن چونکہ حضورؐ کی عملی زندگی کے آغاز کے وقت حضرت زبیرؓ وفات پا چکے تھے اور اب ان کی جگہ ابوطالب، قبیلہ بنو ہاشم کے سردار قرار پائے تھے۔ اس لیئے بعض مؤرخین نے ابوطالب کو حضورؐ کا کفیل خیال کیا۔

اسی طرح ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے حضورِ اکرم کو اپنا ملازم یا تجارتی کارندہ مقرر کیا تھا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے بہت پہلے حضورِ اکرم ایک خود مختار اور خوشحال تاجر کے طور پر معروف ہو چکے تھے اور اس ذیل میں قیس بن السائب کی روایت استناد کا درجہ رکھتی ہے۔

Marfat.com

مختصر یہ کہ بعض خاص واقعات، مسلمات، رجال اور اماکن کے سلسلے میں فاضل مرتب نے جو توضیحی حواشی دیئے ہیں اس سے سیرت وسوانح کی یہ مختصر سی کتاب پہلے سے کہیں زیادہ مفید ہو گئی ہے۔ خدا اس کتاب کے مرتب اور جمیع مسلمانوں کو سیرتِ سرورِ کائنات کے نور سے اپنے دل ودماغ کو منور کرنے کی توفیق عطا فرمائے عذابِ دانشِ حاضر کا یہی ایک شافی علاج ہے اور معالج ہم سے دور نہیں، ہمارے آپ کے درمیان موجود ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالها۔

ناچیز

تحسین فراقی

استاد شعبۂ اُردو

ایم، اے، او کالج

لاہور

Marfat.com

گذارش

عرصہ سے میرا خیال تھا کہ میں اپنی بہنوں کی کوئی خدمت مذہبی انجام دوں۔ علیا حضرت کو بھی میرا یہ ارادہ معلوم تھا، اس بنا پر حضور ممدوحہ نے شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کے رسالہ "بدء الاسلام" کا ترجمہ فارسی عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں اس کا اردو ترجمہ کر کے شائع کرادوں۔ چنانچہ میں نے ترجمہ شروع کر دیا اور الحمد للہ کہ اب وہ شائع ہو رہا ہے۔

اس مختصر رسالہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر وفات تک کے سلسلہ وار حالات نہایت اختصار کے ساتھ درج ہیں۔ جن سے عام مسلمان بچوں کو واقف ہونا بے حد ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ترجمہ میری مسلمان بہنوں کے لئے مفید ہوگا اور کم از کم ہر مسلمان بہن ایک مرتبہ ضرور اس کا مطالعہ کرے گی۔

میں اس کتاب کی ناظرات سے یہ بھی امید رکھتی ہوں کہ وہ مطالعہ کرتے وقت سرکارِ عالیہ، مولانا مرحوم اور مجھ کو ضرور دعائے خیر سے یاد کریں گی۔

میمونہ سلطان (شاہ بانو)

Marfat.com

Marfat.com

135178

دیباچہ

مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم۔اے۔ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم

ریاست بھوپال

قرآن مجید کے بعد ہم مسلمانوں کے لیے تو کوئی کتاب اس سے زیادہ قابل عزت و احترام نہیں ہو سکتی جس کو اس سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات کی ذات والاصفات سے تعلق ہو۔ جس نے ہم کو اسلام کا سیدھا سچا راستہ دکھایا اور توحید کی سی دولت اور نعمت عطا فرمائی مذہبی پہلو کو لیجئے تو تمام کتب دینیہ اسی خاتم المرسلین کے افعال و اعمال کا ایک تذکرہ ہیں اور اخلاقی حیثیت سے دیکھیے تو سارا دفتر پند و نصائح اسی شفیع المذنبین کے احوال و اقوال کا ایک خاکہ ہے لیکن کس قدر افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تہذیب جدید کے لایعنی مشاغل نے ہم کو اس سرچشمہ ہدایت و رحمت سے اتنی دور پھینک دیا ہے کہ آج ہماری تعلیم یافتہ جماعت میں سے فیصدی دس بھی بمشکل ایسے ہوں گے جو اپنے پیغمبر (روحی فداہ) کے حالات سے باخبر ہوں اور اپنے مذہب کے ابتدائی واقعات کو جانتے ہوں۔ ان کثیر المتعدد آدمیوں کا تو ذکر ہی نہیں جو جاہل اور ناخواندہ کہلاتے ہیں اور پھر یہ تغافل یہ تساہل کس ہستی سے ہے۔ اس سے جس کی نسبت خود خدائے جل و علیٰ نے اپنے کلام پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ:-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔

"یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔

گویا جس بات کی بابت اللہ تعالیٰ نے صاف یہ ارشاد فرمایا کہ اس سے آدمی بارگاہ خداوندی میں مغفور و محبوب ہو سکتا ہے۔ یہ اہمال، یہ اعتراض اس مذہب کی طرف سے ہے جس کے تکمیل دین اور اتمام نعمت کا یقین ہمارا جزو ایمان ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اس غفلت کے لیئے نایابی احوال و خفائے سوانح کا عذر بھی نہیں ہے اور ہم اپنے قصور کا الزام اپنے بزرگوں کے سر نہیں تھوپ سکتے۔ اگر یہ سچ ہے کہ تحسین کا بہترین ثبوت تقلید ہے، تو اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ یوں کہنے کو دوسری قومیں اپنے پیشوایان مذہب کو نعوذ باللہ، خدا کا بیٹا کہا، خدا بھی کہنے لگیں لیکن وہ اس عملی اکرام و احترام کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکیں جو ہمارے آباؤ اجداد نے ہمارے رہبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرعی رکھا ہے اور جو ثبوت انھوں نے اپنی روایات دینیہ کے تحفظ اور نگہداشت کا دیا ہے مگر شرم یہ کہتے ہوئے آتی ہے کہ اتباع سنت کا خیال ہم میں پہلے جتنا زیادہ تھا، اب اتنا ہی کم ہے اور آداب نبوی کی تقلید میں پہلے جس قدر انہماک تھا اب اسی قدر اہمال ہے اور کم سے کم میں یہی کہوں گا کہ ہمارے سارے قومی تنزل کا اصلی سبب اور حقیقی باعث یہی ہے۔

ممکن نہ تھا کہ ہماری سرکار عالیہ کا حساس دل اور نکتہ رس طبیعت اس بات کی تہہ تک نہ پہنچتی اور یہی وجہ ہے کہ حضور ممدوحہ نے شمس العلماء، مولانا شبلی مرحوم کی سیرت النبی کو ایک دینی فرض اور مذہبی عبادت کی طرح مکمل کرانے کا عزم کیا لیکن سر دست تو وہ کتاب ناتمام ہی ہے اور مکمل ہونے پر بھی غالباً اس کی ضخامت اس کی اشاعت کو اس قدر عام نہ ہونے دے جتنی کہ وہ ہونی چاہیے۔ غالباً اسی لیئے حضور ممدوحہ کے ایماء سے بیگم صاحبہ عالی جناب نوابزادہ حاجی محمد حمید اللہ خاں صاحب بہادر نے جو ابھی تک علیا حضرت کی خلص نگرانی میں طالب علمانہ زندگی بسر کرتی ہیں، اردو میں ایک مختصر تاریخ "آغاز اسلام" کا

ترجمہ کیا ہے۔

اصل میں یہ کتاب مولانا شبلی مرحوم ہی نے عربی میں لکھی تھی اور اس کا ترجمہ فارسی میں مولینا حمید الدین صاحب بی۔ اے نے کیا تھا لیکن چونکہ بوجہ اجنبیت زبان یہ دونوں کتابیں عام فہم نہ تھیں ——— اس لئے جناب بیگم صاحبہ ممدوحہ نے اسے صاف و سلیس اردو کا لباس پہنا دیا ——— اس کتاب میں حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات تو کسی قدر اختصار سے لکھے گئے ہیں لیکن زمانہ رسالت کا بیان زیادہ مفصل ہے مگر کتاب کی اصل خوبی تو یہ ہے کہ جو کچھ ہے نہایت صاف اور واضح ہے ——— بیگم موصوفہ کی یہی ایک بڑی ادبی اور مذہبی خدمت تھی کہ انھوں نے اس کا ترجمہ کیا۔ اسے چھپوانا اور کثیر تعداد میں مفت تقسیم کرنا اس پر مستزاد ہے۔"

(انوار الحق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادت باسعادت

ولادت، یتیمی، رضاعت، بچپن

سنہ ۴۰ جلوس کسریٰ[1] میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم تھے اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنتِ وہب اور دایہ حلیمہ سعدیہ[2] تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو[3] مہینے کے تھے کہ آپ کے باپ نے رحلت فرمائی اور واقعہ فیل[4] کے آٹھ برس بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے بھی انتقال کیا۔

---

۱ : کسریٰ، ایران کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ جیسے چین کے شاہوں کو خاقان یا فغفور کہتے تھے اور روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے۔ شاہِ جرمن کو بھی قیصر کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت نوشیرواں کے زمانے میں ہوئی۔ سنہ عیسوی کے حساب سے یہ مبارک دن ۴ مئی ۵۷۱ء تھا۔ (مرتب)

(سیرت النبی میں علامہ شبلی نے عالم محمود پاشا (مصری ہیئت دان) کے دلائل پر صاد کرتے ہوئے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔) مرتب۔

۲ : حلیمہ سعدیہ سے پہلے ثویبہ نے چند روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ یہ ابولہب کی آزاد کی ہوئی کنیز تھیں۔ آٹھ دن کی عمر سے چار برس کی عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے پاس رہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

وفات کے وقت حضرت عبدالمطلب نے آپ کے چچا ابوطالب کو وصیت کی تھی[۵] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش نہایت محبت کے ساتھ کریں۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہؓ کے یہاں کتنے برس تک رہے۔ ابنِ اسحاق نے وثوق کے ساتھ ۶ برس لکھا ہے۔ سیرت النبی از علامہ شبلی۔ (مرتب)

ھ[۳] بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے پیدا ہونے سے اول ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ غرض یتیم ہونا تو آپ کا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے: اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی اور یتیم وہی ہوتا ہے جس کا والد سنِ شعور سے پہلے وفات پا جائے۔ (میمونہ)

ھ[۴] ابرہہ نامی بادشاہِ یمن نے جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے مکہ معظمہ پر ہاتھیوں سے لشکر کشی کی تھی۔ خداوند کریم نے ان پر ابابیلوں کو مسلط کیا جنہوں نے ان پر سنگریزے پھینکے جس کی وجہ سے وہ تہس نہس ہو گئے۔ اسی واقعہ کی طرف سورہ فیل میں اشارہ ہے۔ چونکہ یہ بہت بڑا واقعہ تھا اس لیے اس واقعہ سے ایک سنہ قائم ہوا اور اسی واقعہ کی خصوصیت سے عام الفیل مشہور ہو گیا۔ (میمونہ)

ھ[۵] ابوطالب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ دونوں ایک ماں کے بطن سے تھے۔ (م)

غلط فہمی یا لاعلمی کی بنا پر عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبداللہ کے ایک ہی ماں کے جائے بھائی تھے یعنی ابوطالب۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جناب عبداللہ کے ماں جائے بھائی دو تھے ایک جناب زبیر اور دوسرے ابوطالب۔ جناب زبیر حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت ان کے سات بقیدِ حیات بیٹوں میں سب سے بڑے تھے اور وہی قریش کے دستور کے مطابق اپنے والد کے جانشین اور بنو ہاشم کے سردار بنائے گئے تھے (طبقات ابنِ سعد، ص۴۲، جلد نمبر ۱ ، نیز شرح ابن ابی الحدید—

(باقی اگلے صفحہ پر)

جوانی، تجارت، نکاح

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے تو آپ کے پاکیزہ عادات اور صداقت کا ہر شخص کے

(بقیہ) نیز کتاب المحبر از ابو جعفر محمد بن حبیب صہ ۱۳۲ بحوالہ محمود احمد عباسی تحقیق مزید صہ ۱۷۲، ۱۷۳)

اپنی وفات سے پہلے حضرت عبد المطلب نے جناب زبیر ہی کو وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کریں۔ جناب زبیر کی اہلیہ محترمہ عاتکہ بھی (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی محترمہ فاطمہ بنت عمرو کی حقیقی بھتیجی تھیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بچوں جیسی محبت سے پیش آتی تھیں۔ اعلان نبوت کے بعد کے زمانے میں جناب زبیر اور عاتکہ کے بیٹے عبد اللہ جب کبھی حضور نبی کریم صلی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے پہلو میں بٹھاتے اور فرمایا کرتے تھے "یہ میری ماں کے بیٹے اور میرے محب ہیں"۔ اپنے تایا جناب زبیر کی اہلیہ محترمہ کو "ماں" کے مقدس نام سے یاد کرنا، آنحضور صلی اللہ کے ساتھ اس خاتون کی گہری محبت اور شفقت کا مظہر ہے۔

تاریخ کی عام کتابوں میں یہ مغالطہ آفرینی پائی جاتی ہے کہ جناب عبد المطلب کے بعد حضرت ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی۔ یہ غلط فہمی شاید اس لیے پیدا ہوئی کہ جس زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اس وقت زبیر وفات پا چکے تھے اور ابو طالب ان کی جگہ اپنے قبیلے بنو ہاشم کے سربراہ تھے۔ ورنہ اگر تاریخی شہادتوں سے قطع نظر کر کے صرف جناب زبیر کی خوشحالی و ثروت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بے پایاں محبت اور اس کے مقابلے میں جناب ابو طالب کی مفلسی و ناداری ہی کو پیش نظر رکھا جائے تو بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جناب عبد المطلب نے اپنی وفات سے پہلے جناب زبیر ہی کو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کا ذمہ دار بنایا ہوگا۔ جو نہ صرف مال و دولت کے اعتبار سے بلکہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و شفقت میں بھی سب بھائیوں سے آگے تھے۔ جناب زبیر کے مقابلے میں محترم ابو طالب پیدائشی طور پر ٹانگوں سے معذور ہونے کے سبب اور کثرت اولاد کی وجہ سے مفلس اور

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

دل پر اثر ہوا۔ یہاں تک کہ مکہ میں سب آپ کو امین کہتے تھے حضرت خدیجہ نے جو (مکہ کی بڑی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قلاش تھے۔ آپ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح تجارت نہیں کر سکتے تھے۔ مکہ کے دولت مند افراد کی خوشحالی کا انحصار تجارت پر تھا کیوں کہ اس شہر اور اس کے گردو نواح کی زمین پتھریلی اور بنجر ہونے کے سبب وہاں کوئی اور ذریعۂ معاش اختیار کر کے زیادہ پیسے نہیں کمائے جا سکتے تھے۔ جناب ابوطالب کے کثیر العیال ہونے، مالی اعتبار سے کمزور اور جسمانی اعتبار سے معذور ہونے کا ذکر تاریخ کی تمام مشہور کتابوں میں ملتا ہے ابن ابی الحدید، صاحب طبقات ابن سعد، اور دیگر تمام مشہور مؤرخین نے لکھا ہے کہ قریش میں ابوطالب اور عتبہ بن ربیع ہی وہ دو اشخاص تھے جو باوجود مفلس و محتاج ہونے کے (کچھ ناگزیر اسباب کے پیش نظر) خاندان کے سربراہ و سردار بنائے گئے۔ جناب ابوطالب کی ناداری و مفلسی کا شروع ہی سے یہ عالم تھا کہ ان کے اہل وعیال خواہ مل کر کھاتے یا جدا جدا کسی کا پیٹ نہ بھرتا تھا۔ رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی کے مصنف ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے کہ جب ابوطالب کے گھر میں بچوں کے سامنے کھانا رکھا جاتا تھا تو وہ اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ جناب ابوطالب کی اسی مالی کمزوری کے پیشِ نظر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معاشی خودمختاری کے عہد میں اپنے چچا جناب عباسؓ کی توجہ اس طرف مبذول کروائی اور کہا کہ ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے چنانچہ جناب ابوطالب کے ایک بیٹے جناب جعفر کی کفالت کی ذمہ داری حضرت عباس نے قبول کی اور جناب علیؓ کی پرورش حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ لے لی۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے اپنی وفات سے پہلے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کا بوجھ جناب ابوطالب کے کمزور کندھوں پر ڈالا ہو گا جب کہ ان کے سب سے بڑے اور سب سے مال دار بیٹے زبیر موجود تھے جو نہ صرف مال و دولت میں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و شفقت میں بھی سب بھائیوں سے بڑھ کر تھے۔ جو بچپن میں اپنے پیارے بھتیجے کو لوریاں دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی واضح حقائق کے پیشِ نظر مشہور مؤرخ بلاذری نے جناب ابوطالب کی کفالت کے قصے کی تردید کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ "بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ زبیر نے اپنی وفات تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی۔ پھر ابوطالب نے کی"

Marfat.com

شریف اور دولت مند خاتون تھیں۔ اپنی تجارت کا کام آپ کے سپرد کرنے کی خواہش کی۔[۶]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا اور ان کا مال ملکِ شام میں لے جاکر فروخت کیا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لیکن یہ غلط ہے۔ کیوں کہ زبیر "حلف الفضول" میں موجود تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت کچھ اوپر بیس سال تھی۔

کفالت کسی بچے یا لڑکے کی ہوتی ہے۔ بیس سال کا جوان کسی کفالت کا محتاج نہیں ہوتا۔ (انساب الاشراف بلاذری، شرح نہج البلاغہ، ابنِ ابی الحدید، سیرت الحلبیہ، سیرۃ النبویہ و الآثار محمدیہ، کتاب المحبر از ابنِ حبیب، المعارف از ابن قتیبہ، الاصابہ وغیرہ بحوالہ محمود عباسی، تحقیق مزید و وقائع ام ہانی) (مرتب)

۶ ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن و لڑکپن میں ان کے کفیل ان کے چچا حضرت زبیر تھے جو مکہ کے مشہور اور مال دار تاجر تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سن شعور کو پہنچنے کے بعد ان کے ساتھ تجارتی سفروں میں شریک ہوتے تھے۔ اس زمانے میں کاروانی تجارتی کاروبار مشترکہ سرمایہ کے اصول پر ہوتا تھا۔ کیوں کہ سفر کے راستے دشوار گذار اور پرخطر تھے۔ سفر کے اخراجات بہت گراں تھے۔ کسی تاجر کے لیئے تنہا سامانِ تجارت لے کر سفر پر روانہ ہونا بہت مشکل تھا چنانچہ کئی لوگ مل کر نکلتے تھے اور ہر شریک سفرِ تجارت، اپنے علاوہ دوست احباب وغیرہ کا سامان نصف نفع میں شرکت یا کسی ایسی ہی شرط پر ساتھ لیتا اور جتنا زیادہ سامان ساتھ ہوتا اتنا ہی سفر کے نقصانات اور مصارف کی پابجائی ہو کر نفع بچ رہنے کا امکان ہوتا۔

ایسے تجارتی کاروانی سفروں میں جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زندہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جاتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد جب آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے تو آپ نے اس شغلِ تجارت کو جاری رکھا۔ کبھی آپ اپنے دوستوں اور جان پہچان والوں کا سامان لے کر جاتے اور کبھی خود نہ جاتے تو کسی دوسرے بھروسے کے تاجر کے سپرد اپنا سامان کر دیتے۔ اس طرح کے لین دین سے مکہ والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کا علم ہوا۔ اور لوگ آپ کے پاکیزہ اخلاق سے متاثر ہو کر آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارنے لگے چنانچہ ایک ایسے ہی شخص قیس بن السائب سے روایت ہے جسے کاروبارِ تجارت میں آپ کو قریب

(بقیہ صفحہ نمبر)

Marfat.com

جس میں بہت نفع ہوا۔ جب آپ واپس آئے تو حضرت خدیجہ نے آپ کو اپنے وہم و گمان سے بھی زیادہ سچا اور خوش معاملہ دیکھ کر عقد کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب اور حمزہؓ اور چند دوسرے آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر خویلد بن اسد کے پاس گئے جو حضرت خدیجہؓ کے باپ تھے۔ انہوں نے نسبت کی اور پھر آپ کا نکاح ہو گیا۔ نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس سال کی تھی۔

دگزشتہ سے پیوستہ) سے دیکھنے کا موقع ملا تھا، وہ کہتا ہے "زمانہ جاہلیت میں، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ساجھی کوئی نہ پایا۔ اگر ہم ان کا سامان لے کر جاتے تو واپسی پر وہ ہمارا استقبال کرتے صرف ہماری خیر و عافیت پوچھتے اور واپس چلے جاتے اور بعد میں حساب دینے پر قطعاً تکرار اور حجت نہ کرتے۔ حالانکہ دیگر لوگ سب سے پہلی بات اپنے مال کی کیفیت کے متعلق پوچھتے۔ اس کے برخلاف اگر وہ ہمارا سامان لے کر جاتے تو واپسی پر جب تک پائی پائی بے باق نہ کر دیتے گھر تک نہ جاتے۔ اسی لیئے ہم میں وہ الامین (امانت دار و دیانت مند) کے لقب سے معروف تھے۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی)

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جانا چاہیئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے وقت مکہ کے ایک مشہور تاجر تھے۔ تجارتی امور میں آپ کی مہارت کے ساتھ ساتھ آپ کی امانت و دیانت کا ہر کوئی معترف تھا۔ عام تاریخی کتابوں سے یہ جو تاثر ابھرا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ نے گویا اپنا ملازم یا تجارتی کارندہ مقرر کیا تھا بالکل غلط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خود مختار و خوشحال تاجر تھے۔ آپ نے کسی تاجر کی ملازمت کبھی اختیار نہیں فرمائی تھی۔ (مرتب)

ے: حضرت حمزہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور دودھ شریک بھائی تھے جنہوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا (میمونہ)

Marfat.com

اولاد

حضرت خدیجہؓ کے بطن سے زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ چار لڑکیاں اور قاسم (جن کے نام سے آپ کنیت فرماتے تھے) نیز طاہرؓ و طیبؓ تین لڑکے پیدا ہوئے۔ صاحبزادوں نے زمانہ پیغمبری سے پہلے ہی انتقال کیا۔ مگر صاحبزادیوں نے اسلام کا مبارک زمانہ دیکھا اور اسلام لائیں۔

Marfat.com

رسالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چالیس برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا کی اور قرآن مجید نازل فرمایا۔ اس زمانے میں اہلِ عرب کا کوئی ایک مذہب نہ تھا۔ ایک گروہ دہریوں[ش] کا تھا۔ جو یوں کہتا تھا (یعنی جن کا نظریہ یہ تھا) اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ

ش: اسلام سے پہلے بہت سے مذہب عرب میں رائج تھے جن میں دہریہ، بت پرست، یہودی، عیسائی، مجوسی خاص طور پر مشہور رہیں۔ دہریے کسی آسمانی کتاب اور کسی پیغمبر کے قائل نہ تھے خداوند کریم اور قیامت سے انکار کرتے تھے جزا سزا کو بھی نہ مانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ دنیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہے اور ایسی ہی رہے گی۔ بت پرست بتوں کو پوجتے تھے۔ یوں تو خانہ کعبہ کے اندر بہت بت تھے جو جدا جدا قبیلوں کے تھے۔ لیکن ان بتوں میں ہبل بہت بڑا بت تھا جو خانہ کعبہ کے دروازہ پر رکھا ہوا تھا۔ لات و منات بھی بڑے بت تھے جن کو تمام عرب پوجتے تھے۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم، حضرت مریم، حضرت عیسیٰ کی تصویریں بھی تھیں۔ ۳۵۴ برس حضرت عیسیٰ سے پہلے یہودی مذہب رائج ہو گیا اور تیسری صدی عیسوی میں مذہب عیسائی عرب میں پھیلا۔ مجوسیوں کا بھی ایک مذہب رائج تھا۔ جو آگ کی پرستش کرتے تھے۔

(میمونہ)

(ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور بس یہیں مرنا اور یہیں جینا ہے اور زمانہ ہی ہم کو ایک وقت تک زندہ رکھ کر مار دیتا ہے) یعنی انہیں دنیاوی زندگی کے علاوہ کسی اور زندگی (حیات آخرت) پر یقین نہیں تھا (مرتب)

اور جب وہ لوگ قیامت کا حال (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے) سنتے تو کہتے: ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (ترجمہ) کیا جب ہماری (مرنے کے بعد گل سڑ کر) ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا ایسی حالت میں ہم کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا)۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتی تھی کہ مرنے کے بعد زندہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ (مرتب)۔

ایک فرقہ خدا کی وحدانیت کا قائل تھا لیکن اس کے اعتقاد میں خدا کے علاوہ کچھ چھوٹے خدا بھی تھے۔ جو حوروں اور فرشتوں کے ذریعے سے دنیا کے کام اور انتظام میں دخل رکھتے تھے۔ اس لیئے اس فرقے کے آدمی ان آدمیوں کے نام کے بت بنا کر پوجتے تھے۔ اور کہتے یہ تھے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ترجمہ۔ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لیئے کرتے ہیں کہ وہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دیں)

ایک اور گروہ کہتا تھا کہ تمام فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ ان اختلاف عقائد کے ساتھ وہ لوگوں سے دشمنی کرتے، شراب پیتے، جوا کھیلتے، حرام کرتے، اپنی اولاد کو مار ڈالتے، سود لیتے، کثرت سے نکاح کرتے، زندہ لڑکیوں کو قبریں اور بری بری باتوں میں سب ایک طریقے پر چلتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیدھی راہ دکھلائی کہ بتوں کو چھوڑ دیں اور خدائے واحد کی پرستش کریں تو وہ غصے ہو کر بے معنی اعتراض کرنے لگے۔ کسی نے کہا: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (کیا اس نے سب معبودوں کا کھوج کھو کر ایک ہی معبود رکھا) اور کسی نے اپنے اگلوں کی تقلید پہ ثابت قدم رہ کر کہا کہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (ترجمہ۔ ہم نے ایسی بات اپنے باپ دادوں سے سنی نہیں) — نہیں جی ہم تو اسی طریقے پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو چلتے ہوئے پایا۔

جب ان لوگوں کے دلوں کی سیاہی کے سبب ان باتوں کا اثر نہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت صاف اور روشن دلیلوں سے جو بدیہی (واضح) تھیں اور ان کی سمجھ میں آسکتی تھیں حق کو ان پر ثابت کیا اور مخلوق کے وجود سے خالق کے وجود پر حجت قائم کی اور بذریعہ وحی کے یوں فرمایا: اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ: کیا تم کو خدا کے ہونے میں شک ہے جو آسمان اور زمین کو بنانے والا ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً۔ (ترجمہ: جس نے تمہارے لیئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا) اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ (ترجمہ: اللہ وہ ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ پھر بادلوں کو اٹھاتی ہے۔ پھر خدا جس طرح چاہتا ہے (کبھی) بادل کو ساری زمین پر پھیلاتا اور (کبھی) اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ تو (اے مخاطب) تو دیکھتا ہے کہ بادل کے بیچ میں سے مینہ نکلا چلا آتا ہے) وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْہُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْہُ حِلْیَۃً تَلْبَسُوْنَھَا وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ (ترجمہ: اور وہی ہے (قادر مطلق) جس نے (ایک اعتبار سے) دریا کو تمہارا مطیع کر دیا۔ تاکہ اس میں سے تم (مچھلیوں کو نکال کر ان کا) تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور (کی چیزیں یعنی جواہرات) نکالو جن کو تم پہنتے ہو۔ اور (اے مخاطب) تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتی ہوئی دریا میں چلی جارہی ہیں۔ اور (دریا کو اس لیئے تمہارا مطیع کر دیا ہے) تاکہ تم لوگ اللہ کا فضل (یعنی تجارت کے کاروبار) تلاش کرو۔ اور تاکہ (آخر کار ان سب منفعتوں پر نظر کر کے خدا کا) شکر ادا کرو۔ (سورۃ النحل آیت ۱۴)

اسی طرح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید اللہ تعالٰی کی ان پاک صفات کو بیان کیا جو اس کی ذات اور شان کے لائق ہیں اور جو اس کی کبریائی کے لائق نہ تھیں (لیکن جنہیں لوگوں نے اپنی جہالت اور کج فہمی سے اللہ کے ساتھ منسوب کر رکھا تھا) ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو پاک ثابت کیا۔ خدا کی واحدانیت کو ثابت کرنے کے لیئے ارشاد فرمایا: لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا (ترجمہ۔ اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین

وآسمان دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے۔

وَمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ (ترجمہ: اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ لیتے پھرتا۔

اور بت پرستی میں جو برائی ہے اس کو واضح کرنے کے لیئے یہ آیت پیش کی ہے۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا ۔

الفرقان آیت ۳ (ترجمہ: اور کافروں نے خدا کے سوا (دوسرے وہ) معبود اختیار کر رکھے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے۔ (کسی چیز کے خالق نہیں) بلکہ وہ خود دوسروں کے بنائے ہوتے ہیں اور خود ان کا برا بھلا بھی ان کے اختیار میں نہیں اور نہ مرنا اور نہ جلنا۔ اور نہ (مرنے کے بعد جی) اٹھنا ان کے اختیار میں ہے۔

اور قیامت کے وجود کو جو کہ عام سمجھ سے باہر ہے روشن دلیلوں سے ثابت کیا: مَنْ یُّعِیْدُ الْخَلْقَ (ترجمہ: کون لوٹائے گا مخلوق کو۔ کون دوبارہ زندہ کرے گا؟۔ یہ وہ سوال تھا جو مشرکین آنحضورؐ سے کیا کرتے تھے اور سوال کرنے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ کوئی دوبارہ زندہ کر ہی نہیں سکتا)

(اس کا جواب کلام پاک میں یہ دیا گیا) قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۔ سورہ یٰسین آیت ۷۹ (ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو جواب دے دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا)

چونکہ عرصہ دراز سے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا اس لیئے نبوت کے سمجھنے اور اس کے متعلق لوگوں میں طرح طرح کی غلطیاں (بے بنیاد باتیں، غلط فہمیاں) پیدا ہو گئی تھیں۔ اور (لوگوں نے) بہت سی باتیں (نبوت، منصب نبوت اور نبی کی شخصیت کے متعلق) اپنی طرف سے گھڑلی تھیں، جو محض اوہام پرستی پر مبنی تھیں۔ وہ نبوت کو بشریت سے بالاتر اور خدائی کا ایک جزو سمجھنے لگے تھے (ان کا خیال تھا کہ نبی عام آدمیوں جیسا نہیں ہوتا بلکہ وہ کوئی مافوق الانسان

Marfat.com

ہستی ہوتا ہے)، اس لیئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ اور ان کی پیغمبری کے دعوے کو حیرت کے ساتھ سنا اور تعجب کے ساتھ کہنے لگے؛ اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

(ترجمہ: کیا اللہ نے ایک آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے)

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ۔ (ترجمہ: یہ کیسا رسول ہے جو (عام آدمیوں کی طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اور (اس قسم کی باتوں کے بعد) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِیْلًا اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ۔ (ترجمہ: ہم تو اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے کہ یا تو تو ہمارے لیئے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکال یا کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ۔ یا جیسا تم کہا کرتے تھے آسمان کا کوئی ٹکڑا ہم پر لا گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو (ہمارے سامنے لا کھڑا کرو۔ یا (ہم تو تب تمہیں پیغمبر مانیں کہ) کوئی تمہارا طلائی گھر ہو (جس میں تم ہمیں رہتے ہوتے نظر آؤ) یا آسمان کی طرف پرواز کر کے دکھاؤ تب (ہم تمہیں پیغمبر مانیں)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے پیغمبری کی حقیقت کو نہایت صاف طور پر بیان کر دیا (اور انہیں سمجھایا) کہ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ (الانعام آیت ۵۰) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔[۹]

---

۹ : اس آیت کا جو ترجمہ محترمہ میمونہ سلطان شاہ بانو نے کیا ہے اس کی جگہ مولانا اشرف علی تھانوی کا

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ

مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۚۛ (الاعراف، آیت ۱۸۸)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ترجمہ اختیار کیا گیا ہے۔ کیوں کہ محترمہ شاہ بانو کا ترجمہ اتنا صاف اور سلیس نہیں تھا۔ البتہ اس مقام کے حاشیے میں انہوں نے جو فرمایا ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔ (مرتب) حاشیہ از مترجمہ (میمونہ)

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا یا معجزہ صادر ہونا ناممکن تھا کیوں کہ قرآن مجید میں پہلے پیغمبروں کے اکثر معجزات کا تذکرہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان معجزات سے مذہب پھیلانے میں بڑی مدد ملی اور اکثر لوگ محض معجزات کو دیکھ کر ایمان لاتے۔ لیکن پھر بھی بہت سے شقی القلب لوگ تھے جو معجزے دیکھ کر بھی منکر رہے۔ معجزے کے متعلق اس قدر لوگوں کو خیال ہو گیا تھا کہ نبوت کو بغیر معجزے کے کوئی چیز ہی نہ سمجھتے تھے۔ بات بات پر معجزہ طلب کرتے تھے لیکن ایسا کرنا گویا عجائب پرستی میں مدد دینا تھا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین تھے اور قرآن کریم تمام مخلوق کے لیئے ہدایت بنا کر نازل کیا گیا اور قیامت تک کے لیئے اس کے احکام قابلِ عمل قرار دیئے گئے۔ لہٰذا اشاعت کا طریقہ بھی نہایت روشن صاف اور معتدل اختیار کیا، توحید و رسالت، حشر نشر، عذاب ثواب اور تمام عقائد و احکامِ مذہب کو ایسی عمدہ اور دلنشین دلیلوں سے ثابت کیا کہ جس کے بعد کسی معجزہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ غرض خداوند کریم نے تمدن و تہذیب، اخلاق و معاشرت اور عقائد و احکام اور اپنی یکتائی و لامنتہائی کو مخلوق کے سامنے ایسے عمدہ دلائل سے پیش کیا ہے کہ ہٹ دھرمی تو دوسری چیز ہے لیکن چون و چرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ واقعی ایسے شہنشاہِ بے مثل کی طرف سے جو ازلی و ابدی ہے۔ انسان اشرف المخلوقات کی نجات اور تکمیل تہذیب و اخلاق کے لیئے ایسی ہی چیز کی ضرورت تھی جیسی کہ کلامِ مجید ہے، جو الفاظ و معانی کے لحاظ سے خود ایک معجزہ ہے۔ (میمونہ سلطان)

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اس آیت میں منصب

←

ترجمہ۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میرا اپنا ذاتی نفع نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں (میں بہتیرا چاہوں) مگر وہی ہو کر رہتا ہے جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھ کو (کسی طرح کا) گزند ہی نہ پہنچتا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ (الکہف آیت ۱۱۰)
ترجمہ (اے پیغمبر آپ لوگوں سے) کہیئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں (مگر) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (الانعام آیت ۵۰) ترجمہ۔ میں تو بس اسی حکم پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ (الاعراف آیت ۱۸۸) ترجمہ۔ میں تو محض (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی بشارت دینے والا ہوں اور (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔ ان لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں۔

قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۙ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔
(الزمر آیت ۱۱، ۱۲) ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (تو خدا کے یہاں سے یہی) حکم ملا ہے کہ میں خالص

(بقیہ صفحہ گذشتہ) رسالت کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی کوئی شخص جو مدعی نبوت ہو اس کا دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدوراتِ الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضے میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھلائے۔ یا تمام معلوماتِ غیبیہ وشہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو۔ اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پوچھو فوراً ابتلا دیا کرے یا نوعِ بشر کے علاوہ وہ کوئی اور نوع ہے جو لوازم وخواص بشریہ سے اپنی براءت ونزاہت کا ثبوت پیش کرے۔ جب ان باتوں میں سے وہ کسی چیز کا مدعی نہیں تو فرمائشی معجزات اس سے طلب کرنا یا از راہِ تعنت وعناد اس قسم کا سوال کرنا کہ قیامت کب آئے گی۔ یا یہ کہنا کہ "یہ رسول کیسے ہیں جو کھانا کھاتے اور بازاروں میں خرید وفروخت کے لیے جاتے ہیں" اور ان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

خدا ہی کی فرماں برداری مدنظر رکھ کر اسی کی عبادت کیا کروں اور مجھ کو (یہ) حکم (بھی) ملا ہے کہ میں سب سے پہلے مسلمان بنوں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (الانعام آیت ۱۵) ترجمہ: (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو (اس صورت میں) مجھے بڑے (سخت) دن (یعنی روزِ قیامت) کے عذاب سے بہت ہی ڈر لگتا ہے۔

وَلَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا (آلِ عمران آیت ۸۰) ترجمہ: (پھر مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا) وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے کبھی نہیں کہیں گے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا کا درجہ دے دو۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران آیت ۳۱) ترجمہ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، آپ (ان لوگوں سے) فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ (پھر) اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگے۔

(جب اس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل سمجھانے اور نیکی کی تلقین کرنے سے ان میں سے کچھ) لوگوں کے دلوں میں خدا کی وحدانیت کا یقین (پیدا) ہوگیا اور طبیعتوں میں سعادت حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہوگئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو خوش خوئی اور نیک کرداری سکھائی اور وہ عادتیں جو ملت و معاشرت کو اعلیٰ مرتبے پر پہنچاتی ہیں، ان کو بتائیں اور فطری خصائل، پاکیزگیٔ نفس اور آدابِ زندگی کی ایسی مکمل تعلیم دی جو انسان کی تمام زندگی کو مکتفی ہے۔

آپ نے فرمایا: لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ۔ (البقرہ، آیت ۱۷۷)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ہی امور کو معیار تصدیق و تکذیب ٹھہرانا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے (مرتب)

Marfat.com

ترجمہ : (مسلمانو!) نیکی یہی نہیں ہے کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف[1] کرلو۔ بلکہ اصل نیکی تو ان کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ (البقرہ، آیت ۱۷۷)

(اوپر اس آیت کا شروع کا حصہ گذرا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "طاعت یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ طاعت یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے"[2] (یہاں اسی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا)۔ ترجمہ۔ اور اس کی (اللہ کی محبت میں مال صرف کرے۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور سائلوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں کے آزاد کردینے میں (یعنی غلاموں کو آزاد کرانے کیلئے)

---

[1] : مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے کو تو محض بطورِ تمثیل بیان کیا ہے۔ دراصل مقصود یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ مذہب کی چند ظاہری رسموں کو ادا کر دینا اور صرف ضابطے کی خانہ پری کے طور پر چند مقرر مذہبی اعمال انجام دینا اور تقویٰ کی چند معروف شکلوں کا مظاہرہ کر دینا وہ حقیقی نیکی نہیں ہے جو اللہ کے ہاں وزن اور قدر رکھتی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل)۔ اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے جاہلی دور کی سمت پرستی کے حوالے سے بڑے خوبصورت نکات بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر جلد اول مطبوعہ تاج کمپنی۔ صہ ۶۴، ۶۵۔ (مرتب)

[2] : قوسین میں یہ عبارت مرتب کی طرف سے اضافہ ہے اور آگے جو ترجمہ آیت ہے وہ بھی محترمہ میمونہ سلطان صاحبہ کا نہیں بلکہ مولانا عبدالماجد صاحب کے ترجمۂ قرآن سے لے کر شامل کیا گیا ہے۔ کیونکہ محترمہ میمونہ سلطان صاحبہ کا ترجمہ عبارت کے سیاق و سباق میں برمحل و موزوں ہونے کے باوجود (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ، آیت ۱۸۸)

ترجمہ: اور ایک دوسرے کا مال خرد برد نہ کرو (ناحق طور پر نہ کھاؤ) اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ بناؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال میں سے (تھوڑا بہت جو کچھ ہاتھ لگے) اس کو ظلم اور جھوٹ سے ہضم کر جاؤ (جب کہ تم کو اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو)[۱۲]

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

خالصتاً ترجمہ کے نقطہ نظر سے الجھاؤ کا حامل تھا۔ (مرتب)

[۱۲]: مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ حاکموں کو رشوت دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تم خود جانتے ہو کہ مال دوسرے شخص کا ہے تو محض اس لیے کہ اس کے پاس اپنی ملکیت کا کوئی ثبوت نہیں یا اس بنا پر کہ کسی اینچ پینچ سے تم اس کو کھا سکتے ہو۔ اس کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جاؤ ہو سکتا ہے کہ حاکم عدالت روداد مقدمہ کے لحاظ سے وہ مال تم کو دلوا دے۔ مگر حاکم کا ایسا فیصلہ دراصل غلط بنائی ہوئی روداد سے دھوکہ کھا جانے کا نتیجہ ہو گا۔ اس لیے عدالت سے اس کی ملکیت کا حق حاصل کرنے کے باوجود حقیقت میں تم اس کے جائز مالک نہ بن جاؤ گے عنداللہ وہ تمہارے لیے حرام ہی رہے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں بہر حال ایک انسان ہی تو ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ تم ایک مقدمہ میرے پاس لاؤ اور تم میں سے ایک فریق دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبان ہو اور اس کے دلائل سن کر میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ مگر یہ سمجھ لو کہ اگر اس طرح اپنے کسی بھائی کے حق میں سے کوئی چیز تم نے میرے فیصلے کے ذریعے سے حاصل کی تو دراصل تم دوزخ کا ایک ٹکڑا حاصل کرو گے (مرتب)

Marfat.com

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ (النساء، آیت ۲)

ترجمہ: اور یتیموں کا مال انہیں پہنچاتے رہو اور تم (ان کی) اچھی چیز سے (اپنی) بری چیز کو مت بدلو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر خرد برد نہ کرو۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا۔

(النساء، آیت ۸۶)

ترجمہ: جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو۔ یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو (ترجمہ از اشرف علی تھانوی)

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (المائدہ آیت ۹۰)

ترجمہ: شراب اور جوا اور بت اور پانسے ان میں کا ہر ایک کام ناپاک شیطان کا کام ہے۔ سو ان سے بچتے رہو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ (الانعام، آیت ۱۵۲)

ترجمہ: اور افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الانعام آیت ۱۵۲)

ترجمہ: اور جس کا خون کرنا (مارنا) اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ اس کو قتل مت کرو (ترجمہ از اشرف علی تھانوی)

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل، آیت ۳۶)

ترجمہ: جس بات کا تجھ کو (یقینی) علم نہیں اس پر عمل نہ کر۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ (بنی اسرائیل، آیت ۳۸)

ترجمہ: زمین پر اتراتا ہوا (غرور کے ساتھ) مت چل۔

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ [۱۳] (المؤمنون، آیت ۱، ۲، ۳)

ترجمہ: بالتحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ (المؤمنون، آیت ۸)

ترجمہ: اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان، آیت ۶۳)

ترجمہ: اور (خدائے) رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی (عاجزی) کے ساتھ چلیں۔ اور جب جاہل ان سے (جہالت کی) بات کرنے لگیں تو (ان کو) سلام کریں۔ (اور الگ ہو جائیں)

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان، آیت ۶۷)

ترجمہ: اور جو خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں۔ بلکہ ان کا خرچ افراط و تفریط کے درمیان بیچ کی راس (اعتدال پہ) ہو۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان، آیت ۷۲)

ترجمہ: اور جو اتفاقاً بے ہودہ شغلوں کے پاس ہو کر گذریں تو وضعداری (سنجیدگی) سے گذر جائیں۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ، آیت ۳۸)

---

[۱۳]: آیات کا یہ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا ہے۔ میمونہ سلطان نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یوں ہے " ایمان والے (اپنی) مراد کو پہنچ گئے۔ (اور یہ) وہ (لوگ ہیں) جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے اور نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے " (مرتب)

ترجمہ: اور ان کے جتنے کام ہیں آپس میں مشورہ سے ہوتے ہیں [۱۴]

تبلیغ علی الاعلان

پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی دعوت چپکے چپکے فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت علی ابن ابی طالب، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے کفیل تھے اور حضرت ابو بکرؓ جن کا نام عبد اللہ تھا، ایمان لائے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی ترغیب سے عثمان بن عفانؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ اور زبیرؓ اور طلحہؓ ایمان لائے۔ جب اس صورت سے تین برس گذر گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(الشعراء آیت ۲۱۴) ترجمہ۔ اور (خاص کر) اپنے رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ۔

اس حکم کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ کھانا تیار کرایا جائے اور مطلبؓ کی اولاد کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ ان سب کو جن کی تعداد چالیس تھی دعوت دی گئی ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ، ابو طالب اور عباس بھی مدعو تھے۔ جب سب آ گئے اور کھانا کھا چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ گفتگو شروع کرنا چاہا تو ابو لہب [۱۵] نے

---

۱۴ : مولانا تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "تمام کاموں سے اہم کام مراد ہیں اس لیے کہ معمولی کاموں جیسے دو وقت کا کھانا وغیرہ اس میں مشورہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور مشورہ کرنے کا وہاں حکم ہے جہاں پہلے سے واضح حکم خدا موجود نہیں۔ مثلاً پانچ وقت کی نمازوں کا واضح حکم ہے۔ اس لیے اس میں مشورہ نہیں ہوگا کہ پڑھا کروں یا نہ پڑھا کروں۔ (مرتب)

۱۵ : ابو لہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتیلا چچا تھا اور نہایت سنگدل تھا۔ سورہ تبت یدا میں اس کا اور اس کی بیوی کے عناد کا ذکر ہے۔ یہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی اس لیے اس سورۃ میں خدا نے اس کو "حمالۃ الحطب" (کانٹے لانے والی) کہا ہے۔ (میمونہ)

Marfat.com

فضول باتیں کر کے مجلس درہم برہم کر دی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ کل پھر اسی طرح کھانا تیار کرایا جائے ۔ چنانچہ دوسرے روز جب سب لوگ کھا کر بیٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا ہو کر فرمایا کہ میں خدا کے حکم سے تم کو اس کے راستے پر بلاتا ہوں ۔ اس کام میں کون میری مدد کے لئے اٹھتا ہے ۔ یہ سن کر سب نے منہ پھیر لیا ۔ لیکن ان میں سے علیؓ نے کہا کہ میں حاضر ہوں اگرچہ سب سے چھوٹا ہوں اور میری آنکھیں دکھتی ہیں اور دبلا پتلا ہوں "۔ علیؓ کی اس بات پر سب ہنستے ہوئے اٹھ کر چلے گئے

قریش کی مخالفت اور ایذا رسانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توحید کا وعظ فرماتے اور بتوں کی (یعنی بت پرستی کی) برائیاں (خرابیاں) بیان کرتے تھے ۔ جس سے سب لوگ دشمنی پر آمادہ ہو گئے ۔ مگر ابو طالب ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچائے رکھتے تھے ۔ ایک روز قریش کے چند آدمی کہ ان میں عتبہ اور شیبہ ، ابوجہل اور ولید بن مغیرہ تھے ، ابو طالب کے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہے کہ تمہارا بھتیجا ہمارے مذہب اور بتوں کی برائیاں کرتا ہے ، اب یا تو تم اس کو منع کر دو یا تم درمیان میں مت پڑو تا کہ ہم اس سے خود سمجھ لیں ۔ ابو طالب نے لطف و نرمی سے ان کو لوٹا دیا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اپنا کام کرتے رہے ۔ دوسری مرتبہ وہ لوگ پھر غصے میں بھرے ہوئے ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر اب کی مرتبہ تم نے ان کو نہیں روکا تو ہم تم دونوں کو سمجھ لیں گے ، اور دونوں فریق میں سے ایک نہ ایک ہلاک ہو جائے گا ۔ اس پر ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے بھتیجے تم نے یہ کیا کام کیا ہے ۔ اس کہنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے کہ یہ بھی بیزار ہو گئے فرمایا کہ اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر آفتاب[1] اور دوسرے پر مہتاب رکھ دیں اور کہیں کہ اس کام کو

---

[1] : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جملے سے یہ مطلب تھا کہ خواہ مجھ کو کیسی ہی بڑی چیزیں کیوں نہ

Marfat.com

چھوڑ دو تو بھی نہ چھوڑوں گا۔ یہ فرماکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ان کے پاس سے چلے گئے ابوطالب نے آپ کو آواز دے کر بلایا اور کہا" جو چاہو کرو، میں ہرگز تم کو دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا

اس کے بعد ہر ایک کافر مسلمانوں کے آزار کے درپے ہوگیا اور وہ جس قبیلے میں جس کسی کو بے چارہ اور ناتواں پاتے اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے۔ تاکہ وہ اسلام سے پھر جائے۔ ان بے چاروں میں ایک بلال[۱۷] بھی تھے۔

امیہ بن خلف ان کو سخت گرمی کے دنوں میں گرم ریت پر کبھی منہ کے بل اور کبھی پیٹھ کے بل لٹاتا اور بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا کہ میں تجھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تو مر نہ جائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پھر نہ جائے۔ انہی مظلوموں میں سے ایک لبینہ نامی کنیز بھی تھیں، جن کو عمرؓ نے بہت تکلیفیں پہنچائیں۔ جب تھوڑی دیر کو چھوڑ دیتے تو کہتے کہ میں نے تجھ کو بخشا نہیں ہے بلکہ خود عاجز ہو کر (تھک کر) چھوڑ دیا ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے ان دونوں یعنی لبینہؓ اور بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ انہی مظلوموں میں ایک زبیرہؓ تھیں۔ جن کی آنکھیں ابوجہل کی سختیوں کی وجہ سے جاتی رہی تھیں۔ ابوجہل نے ان سے کہا "لات اور عزیٰ[۱۸] تیری آنکھیں لے گئے"، انہوں نے کہا، ان کو کیا خبر یہ تو تقدیر کا لکھا تھا جو پورا ہوا۔ غرض اسی طرح بہت سے مسلمانوں نے تکلیفیں اٹھائیں لیکن صبر کیا اور ثابت قدم رہے۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) دی جائیں، میں دعوتِ اسلام سے باز نہ رہوں گا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے، جب بھی اس کام کو نہ چھوڑوں گا۔ (میمونہ)

[۱۷]: حضرت بلال حبشی تھے اور امیہ بن ابی خلف یہودی کے غلام تھے۔ (میمونہ)

[۱۸]: لات اور عزیٰ (دورِ جہالت کے عرب کے) دو بڑے بتوں کا نام ہے۔ (میمونہ)

Marfat.com

اس کے بعد حضرت عمرؓ اسلام لائے اور وہ بڑے بہادر آدمی تھے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (پر حملہ کرنے) کے لیئے تلوار کھینچ کر روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کو ایک شخص ملا اس نے کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا قتل کرنے جاتے ہو۔؟

خود تمہاری بہن اور بہنوئی[۱۹] مسلمان ہوچکے ہیں۔ یہ سن کر عمرؓ پہلے ان کے گھر گئے۔ وہاں پہنچے تو ان کو قرآن پڑھتے سنا۔ ان کو جب عمرؓ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو قرآن کو چھپا کر رکھ دیا۔ اور خاموش بیٹھ گئے۔ عمرؓ نے اپنی بہن کو اس قدر مارا کہ ان کے بدن سے خون جاری ہو گیا۔ وہ کہنے لگیں آپ جو چاہیں کریں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے نہ پھروں گی۔

عمرؓ یہ سن کر اور ان کو زخمی دیکھ کر شرمندہ ہوئے۔ اور کہا کہ جس لکھی ہوئی چیز کو تم پڑھ رہے تھے وہ کہاں ہے۔ میں بھی دیکھوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا لاتے ہیں۔ پھر عمرؓ نے اس کو لے کر پڑھا اور ان کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ اور خبابؓ سے جو وہاں قرآن پڑھایا کرتے تھے کہا کہ مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے تو بند پایا۔ اندر آنے کی اجازت چاہی، جب اجازت مل گئی اور اندر داخل ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان کی طرف تشریف لائے اور ان کا دامن پکڑ کر کہا "اے خطاب کے بیٹے! کس کام کے لیئے آئے ہو"؟ —— عمرؓ نے کہا میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے آیا ہوں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور تمام مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔ —— عمرؓ نے کہا قریش میں سے ایسا کون سا آدمی ہے، جو کسی واقعہ کو سن کر فوراً سب میں پھیلا دے۔ لوگوں نے کہا ایسا شخص جمیل ابن معمر ہے۔ عمرؓ اس کے پاس گئے اور کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ وہ اسی وقت اٹھ کر کعبے کی طرف گیا اور لوگوں کو پکار پکار کر کہنا شروع کیا۔ "اے گروہ قریش عمرؓ مرتد ہو گیا"۔

---

[۱۹] : بہن کا نام فاطمہؓ، بہنوئی کا سعید تھا۔ (میمونہ)

Marfat.com

حضرت عمرؓ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے تھے، کہنے لگے "یہ جھوٹ کہتا ہے، میں تو مسلمان ہو گیا ہوں" یہ سن کر تو سب کے سب حضرت عمرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو چاہو کرو —— ہم اگر تین سو آدمی ہو گئے پھر دیکھیں گے کہ مکہ میں ہم رہتے ہیں یا تم۔ اس اثناء میں عاص بن وائل نے آکر کہا کہ اس شخص کو چھوڑ دو، اس کی قوم بنی عدی خود اس کو نہ چھوڑے گی۔ یہ سن کر سب باز رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھے۔ آپ کی سب ہنسی اڑاتے، کوئی کہتا:- یَا اَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْن

ترجمہ: اے شخص (جس کے ذہن میں یہ سمایا ہے کہ اس کو خدا کے یہاں سے قرآن نازل ہوا ہے، تحقیق (بلاشبہ) تو دیوانہ ہے۔

قُلُوْبُنَا فِیْ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ۔

ترجمہ: جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو، ہمارے دل تو اس سے پردوں میں ہیں (کہ تمہاری بات، ہمارے کانوں میں (ایک طرح کی) گرانی ہے کہ جو تم کہتے ہو سنائی نہیں دیتا، اور ہم میں اور تم میں (ایک طرح کا) پردہ حائل ہے

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

ترجمہ: کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ

ترجمہ: بلاشبہ یہ تو کھلا کھلا (واضح) سحر (جادو) ہے۔

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ

ترجمہ: بلکہ کہنے لگے، یہ تو پریشان کن خیالات کا مجموعہ ہے یا اس نے یہ جھوٹی باتیں اپنے دل سے گھڑ لیں ہیں، یا یہ شاعر ہے۔

اِنَّ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔

Marfat.com

ترجمہ: قرآن (میں اور رکھا ہی کیا ہے۔ اس میں) تو صرف اگلوں کی کہانیاں ہی کہانیاں ہیں۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ۔

ترجمہ: سنو ہی مت اور (سنانے لگیں تو) بیچ بیچ میں غل مچا دیا کرو۔

اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔

ترجمہ: اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ آدمی اس کو سکھلاتا ہے۔

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ۔

ترجمہ: کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح کہ اور احمق ایمان لے آتے ہیں۔

ابولہب اور ابوجہل اور امیہ ابن خلف اور حارث ابن قیس اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل یہ لوگ رسول اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے میں بہت سخت تھے، برا کہتے تھے اور مسخرا پن کرتے تھے یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دروازے پر گوبر اور ناپاک چیزیں ڈال دیتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوتے تو جھٹلاتے، پتھر پھینکتے اور شور کرتے تھے۔

Marfat.com

حبشہ کی طرف ہجرت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ آپ کے پیرو بھی رنج و تکلیف میں مبتلا ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی کہ جس شخص کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو وہ حبش کو چلا جائے۔ کیوں کہ حبشہ کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، اور جب تمہارا ساز و سامان خدا درست کر دے تو یہیں آجانا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی بن عفان معہ اپنی بی بی حضرت رقیہ رض بنت رسول اللہ علیہ وسلم اور زبیر ابن العوام وغیرہ جو دس آدمی تھے۔ ماہ رجب ۵ نبوی میں کشتی میں سوار ہو کر بادشاہ نجاشی کے پاس چلے گئے۔ اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی۔ ان کے بعد جعفر رض بن ابی طالب گئے۔ پھر مسلمانوں نے بہم حبشہ کو جانا شروع کر دیا یہاں تک کہ مہاجرین کی

تعداد مردوں میں تراسی ۸۳ تک اور عورتوں میں اٹھارہ تک پہنچ گئی۔

قریش نے مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوانے کے لئے عبداللہ اور عمرو ابنِ عاص کو تحفے دے کر نجاشی کی خدمت میں بھیجا اور مسلمانوں کو اس سے طلب کیا۔ مگر ان کی درخواست کو نجاشی نے قبول نہیں کیا اور وہ لوگ ناکام واپس آئے۔

قریش اور بنی ہاشم میں قطع تعلقات

جب قریش نے دیکھا کہ اسلام دن بدن ترقی پر ہے تو انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی بیاہ اور لین دین نہ کریں گے اور عہد نامہ لکھ کر بیت اللہ کے اندر لٹکا دیا۔ اس پر تمام بنی ہاشم جن میں مسلمان اور کافر دونوں شامل تھے، ابو طالب کے گروہ میں داخل ہو گئے، مگر ابولہب (جس کا نام عبدالعزیز بن عبدالمطلب تھا) ان سے قطع تعلق کر کے قریش کے ساتھ جا ملا اور اسی حالت میں تمام بنی ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین برس تک رہے۔

مہاجرینِ حبشہ کی مکّہ واپسی

اس عرصے میں مہاجرین کو (حبشہ میں) یہ خبر پہنچی کہ مکّہ والوں نے اسلام قبول کر لیا ہے یہ خبر سن کر مہاجرین میں سے تینتیس ۳۳ آدمی واپس آئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے، تو اس خبر کا غلط ہونا ان کو معلوم ہوا۔ اب تو کوئی بھی اعلانیہ مکّہ نہیں آسکتا تھا۔[۲۰]

---

۲۰ : بعض لوگ تو واپس حبشہ چلے گئے لیکن اکثر چھپ چھپا کر مکّہ میں داخل ہو گئے۔ مشرکین نے ان پر بے انتہا سختیاں کیں۔ جس پر مجبوراً انہیں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی (سیرۃ النبی از علامہ شبلی، جلد اوّل (مرتب)

Marfat.com

عہد نامہ کا چاک کرنا

اس عرصے میں چند لوگ اس معاہدے کو توڑنے پر آمادہ ہو گئے اور حجون[21] کے قریب جمع ہوئے۔ انہوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا۔ زہیر ابن امیہ المخزومی نے کہا میں سب سے پہلے یہ کام کروں گا۔ اگلے روز صبح کو سب پھر جمع ہوئے اور زہیر خانہ کعبہ کا طواف کر کے لوگوں کی طرف گئے اور کہا اے مکّہ والو! ہمارے لیئے تو ہر قسم کا کھانا اور لباس موجود ہے لیکن بنی ہاشم کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی چیز کی خرید و فروخت نہیں کر سکتے۔ خدا کی قسم جب تک اس ظالمانہ عہد نامہ کو چاک نہ کرا لوں خاموش نہ بیٹھوں گا۔ ابوجہل نے کہا — تو نے یہ کیا کہا — میں ہرگز اس کو چاک نہیں کرنے دوں گا۔ زمعہ بن اسود کہنے لگے "خدا کی قسم، تو نے جھوٹ کہا ہے، اس کے لکھنے کے وقت ہم نے اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی تھی۔" پھر مطعم نے اٹھ کر اس کو پھاڑ ڈالا۔

وفات ابوطالب و اُمّ المومنین خدیجہؓ

ماہ شوال ۱۰ نبوی میں ابوطالب[22] کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد حضرت خدیجہؓ[23] نے وفات پائی۔

---

[21]: اصل کتاب (مترجمہ میمونہ سلطان شاہ بانو) میں شاید کتابت کی غلطی سے حیجون لکھا ہے۔ یہ ایک ٹیلے کا نام تھا، جو مکّہ سے باہر کعبہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھا۔ معجم البلدان اردو ترجمہ، کامل ابن اثیر اردو ترجمہ جلد دوم (مرتب)

[22]: ابوطالب زندگی بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے مددگار رہے۔ انتقال کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اصرار کیا کہ اگر آپ ایک بار بھی کلمۂ شہادت پڑھیں تو اس غفور الرحیم کے سامنے شہادت دوں گا کہ آپ کا خاتمہ اسلام پر ہوا تھا۔ ابوطالب نے کہا کہ میں (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف[25] تشریف لے جانا

ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پے در پے صدمات پہنچے، دوسری طرف ہمسایوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار پہنچانے پر کمر باندھی یہاں تک کہ کوئی سر مبارک پر خاک ڈالتا اور کوئی نماز کی حالت میں بکری کی اوجھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈال دیتا تھا۔ ناچار آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیدؓ بن حارثہ کو اپنے ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے۔ وہاں قبیلہ ثقیف کے شرفاء کی ایک جماعت کو توحید کی طرف متوجہ کیا۔ ان میں سے ایک نے طنزاً کہا کہ —— "آپ ہی تو رہ گئے تھے کہ خدا نے آپ کو رسالت پر معمور کیا اور (کسی) دوسرے کو نہ بھیجا۔ دوسرے نے کہا کہ —— "خدا کی قسم میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا، کیونکہ اگر تم پیغمبرِ خدا ہو، جیسا

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) اس طعنے کے مقابلے میں جو اسلام کے قبول کرنے پر کیا جائے گا۔ آتشِ دوزخ منظور کرتا ہوں (میمونہ)

۲۳ حضرت خدیجہؓ نے تمام مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا جب مشرکین کے تکلیفات پہنچانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوتے تو حضرت خدیجہؓ آپ کی تسکین کرتی تھی۔ غارِ حرا میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرت جبرائیل نے اقراء پڑھی تو آپ کو نبوت کی عظیم ذمہ داری کے احساس سے گرانی محسوس ہوئی اور جب آپ وہاں سے مکان پر واپس آئے تو اس گرانی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت خدیجہؓ سے سب واقعہ بیان کیا آپ نے تسلی دی اور اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو کتبِ سماوی کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے یہ سب سن کر کہا کہ آپ کو خداوند کریم نے نبوت عطا کی ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ ایک خاتون کی مقدس ذات تھی اور جس نے وحی کو سنا اور وحی کے شدائد میں تسکین دی۔ وہ ایک برگزیدہ خاتون ہی تھیں (میمونہ)

۲۵ طائف مکہ معظمہ سے تین منزل سرسبز و شاداب مقام ہے۔ آب و ہوا نہایت روح پرور ہے (میمونہ)

(باقی اگلے صفحہ پر)

کہ تم کہتے ہو۔ تو نہایت خطرناک بات ہے کہ تم کو جواب دوں اور اگر تم نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے تو تم اس لائق نہیں کہ میں تم سے بات کروں"۔ پھر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے اٹھ گئے اور انہوں نے سپاہیوں اور لڑکوں کو بھڑکا دیا۔ وہ گالیاں دینے اور شور و غل مچانے لگے۔ ہر طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریلتے ہوئے ایک دیوار تک لے گئے، وہاں پر پیغمبرِ خدا کھڑے ہو کر فرمانے لگے ——" اے خدا تو جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، تیرے ہی آگے اپنی ناتوانی و بے چارگی ظاہر کرتا ہوں"—— پھر یہاں سے مکہ لوٹ گئے اور مسلمانوں کو اور زیادہ تکلیف میں مبتلا پایا۔

زمانۂ حج میں تبلیغ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے دنوں میں قبائل عرب کے پاس جو مکہ آتے تھے، تشریف لے جاتے اور ان کو خدا کی طرف بلاتے اور فرماتے "اے بنی فلاں! مجھ کو خدا نے تمھاری طرف بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک مت بناؤ" —— ابولہب چلاتا[۲۶] کہ ——" تم سے یہ لات و عزیٰ کے ترک کرنے کو کہتا ہے۔ تم ہرگز (اس کی بات) مت سنو"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کندہ، کلب اور بنی حنیفہ و بنی عامر کے پاس بھی تشریف لے گئے۔

(صفحۂ گذشتہ کا باقی حاشیہ) طائف مکہ کے جنوب مشرق میں اندازاً چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ معجم البلدان اردو ترجمہ (مرتب)

۲۶: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں کسی مجمع عام میں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جاتے، ابولہب اور ابوجہل جیسے متشدد مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتے اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے سے روکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکتے تھے، شور مچاتے تھے۔ غرض کہ ہر طرح سے (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول نہ کیا۔ عامریوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اگر ہم اطاعت قبول کر لیں اور خدا تم کو مخالفوں پر فتح دیدے، تو تم اپنے بعد حکومت کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں دے سکتے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— "یہ خود خدا کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہے دے" ——— اس نے کہا، پھر کیا فائدہ جو ہم اپنی جان کو خطرے میں ڈالیں اور حکومت دوسروں کے ہاتھ میں رہے"

اسلام کے انصار[۲۷]

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے قریب قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے جو مدینہ میں رہتا تھا (اور زمانہ حج میں مکہ آیا ہوا[۲۸] تھا) ملاقات فرمائی اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور تھوڑا سا قرآن پڑھ کر سنایا۔ وہ کل چھ آدمی تھے سب نے اسی وقت اسلام قبول کیا اور جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو انہوں نے دوسرے لوگوں سے یہ حال بیان کیا۔ یہاں تک کہ یہ بات تمام مدینہ میں پھیل گئی۔ دوسرے سال حج کے دنوں میں بارہ آدمی انصار کے آئے، اور انہوں نے اس بات پر بیعت کی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری اور بدکاری نہ کریں گے اور نہ لڑکیوں کو قتل کریں گے۔ جب یہ لوگ مدینہ کو جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) تبلیغ دین کے راستے میں روڑے اٹکاتے تھے۔ سیرۃ النبی جلد اوّل از شبلی ——— (مرتب)

۲۷ : انصار ناصر کی جمع ہے (جس کے معنی ہیں مدد کرنے والے۔ انصار) مدینہ منورہ کے ان باشندوں کو کہتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں بلا کر)

۲۸ : یہ چھ اشخاص تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ بعض روایات کی رو سے ان اصحاب کی تعداد چھ سے زیادہ تھی۔ سیرۃ النبی، شبلی (مرتب)

Marfat.com

...نے ان کے ہمراہ مصعبؓ بن عمیر کو کر دیا تاکہ ان کے اسلام کے احکام سکھائیں۔

مدینہ میں اسلام

اب تو مدینہ کے ہر گوشے میں اسلام کی روشنی چمکنے لگی اور کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں کوئی نہ کوئی مرد یا عورت مسلمان نہ ہو۔ کچھ عرصے کے بعد مصعبؓ بن عمیر تہتر ۷۳ مسلمانوں کے ساتھ مکے میں واپس آئے۔ سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ ایام تشریق[۲۹] کے درمیان بمقام عقبہ حاضر ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے چچا حضرت عباس کے (کہ وہ اس وقت تک مشرک تھے) وہاں تشریف لے گئے، حضرت عباس نے کہا، اے گروہِ خزرج تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں بڑی عزت اور مرتبہ رکھتے ہیں، باوجود اس کے تمہارے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ ان کی مدد کے لیے مستعد ہیں اور دشمنوں کے گزند سے ان کی حفاظت کر سکتے ہیں تو انہیں لے جائیں، ورنہ ابھی یہیں چھوڑ جائیں" ——— انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ ——— اے گروہِ خزرج تم (کیا سمجھتے (بھی) ہو کہ کس شرط پر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی) بیعت کرتے ہیں۔ (آپ کی بیعت کر کے) سیاہ و سرخ (یعنی اقوام عرب و عجم) کے ساتھ لڑائی مول لیتے ہو۔ پھر اگر بیزار ہو گئے تو خدا کی قسم ذلت و خواری کا داغ دنیا و آخرت میں تمہاری پیشانی پر رہے گا اور اگر اس کے پورا کرنے میں مستعدی ظاہر کرتے ہو، تو ہاتھ بڑھا کر

---

۲۹ ——— ایام حج کے آخری تین دن یعنی ۱۱ تا ۱۳ ذی الحجہ ایام التشریق کہلاتے ہیں۔ ۸ ذی الحجہ سے حاجی احرام باندھتے ہیں اور اسی روز سے ایام حج شروع ہوتے ہیں۔ ذی الحج کی دس تاریخ کو مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔ عربوں میں دستور تھا کہ قربانی کے گوشت کے ٹکڑے دھوپ میں سکھانے کے لیے ڈال دیئے جاتے تھے، عربی میں اس عمل کو تشریق کہتے ہیں۔ تشریق کے لغوی معنی ہیں، کسی چیز کو دھوپ میں خشک کرنے کے، بحوالہ اردو، دائرہ معارف اسلامیہ (مرتب)

Marfat.com

اس کو پکڑو تاکہ دنیا و آخرت میں سر بلند ہو جاؤ"

سب نے عرض کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور جان و مال سے ان کے کام کے لیے حاضر ہیں۔ اس کے بعد سب نے اس بات پر بیعت کی کہ جس طرح اپنے زن و فرزند کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نگہبانی کرتے رہیں گے

پھر وہ لوگ مدینہ کو واپس چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بھی فرمایا کہ تم بھی چلے جاؤ، چنانچہ وہ بھی ہجرت کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حضرت علیؓ اور جناب ابوبکرؓ رہ گئے۔ آپ نے بقیہ ایام حج اور محرم و صفر کے مہینوں کو مکہ میں بسر کیا، اور ربیع الاول کے مہینے میں خود جانے کا بھی مصمم ارادہ کر لیا۔

ہجرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کفارِ قریش کا مشورہ

جب قریش کو انصار کے اسلام لانے کا حال معلوم ہوا تو غصے سے اپنے ہاتھ ملنے لگے اور مسلمانوں کو اور زیادہ تکلیفیں پہنچانے لگے۔ یہ سن کر ان کو اور زیادہ اندیشہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف لے جانے والے ہیں "دارالندوہ" میں سب مشورہ کے لئے جمع ہوئے یہ مشورے کا مکان تھا اور قصی ابن کلاب نے اس کی بنیاد ڈالی تھی اور ایک نے کہا، تم نے دیکھا اس شخص کا کام کہاں سے کہاں تک پہنچا۔ ہم کو خوف ہے کہ کسی روز اپنے پیرؤوں کے ساتھ ہمارے اوپر حملہ کرے۔ لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ اس کی نسبت کوئی رائے قائم کریں"

کسی نے کہا ——— "اس کو زنجیر سے باندھ کر گھر میں قید کر دیں اور دروازہ چن دیں"

پھر کسی اور نے کہا کہ ——— "اس کو شہر سے باہر نکال دیں اور پھر اس سے مطلب

نہ ہو کہ کہاں گیا۔"

ابوجہل نے کہا کہ ــــــ "ہم ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی منتخب کر لیں اور یہ سب آدمی ایک ساتھ وار کریں تاکہ اس کا خون ہر قبیلہ کی گردن پر ہو۔ اس صورت میں بنی ہاشم ان سب قبیلوں کے ساتھ لڑائی نہ کر سکیں گے" سب لوگ اس رائے کے ساتھ متفق ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے روانگی اور غارِ ثور میں قیام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مشورہ کی خبر پہنچی تو آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میرے بستر پر سو رہو۔ اس وقت کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع تھے مگر سو گئے تھے، آپ نے کفار کو سوتا ہوا چھوڑا اور خفیہ طور پر حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، وہاں سے ان کو ساتھ لیا اور عبداللہ بن ارقط کو (جو مشرک تھے) اپنا رہبر بنایا، اور غارِ ثور کی طرف جو مکہ کے نشیب میں ایک پہاڑ میں ہے، تشریف لے گئے اور تین روز وہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی محترمہ اسماء[۲۹] آپ کے لیے کھانا لے جاتی تھیں۔ قریش ڈھونڈتے اس غار تک پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ ان کی آوازیں سن کر دل شکستہ ہوتے اور کہنے لگے کہ "آج دشمنوں نے ہم کو ڈھونڈ لیا" ــــــ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غمگین مت ہو، خدا

---

۲۹ : حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے۔ رات کو غارِ ثور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکرؓ کے ساتھ رہتے تھے۔ صبح منہ اندھیرے اٹھ کر مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورہ کر رہے ہیں جو کچھ خبر ملتی شام کو آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے۔ حضرت ابوبکر کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکرؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ ابنِ ہشام نے لکھا ہے روزانہ شام کو حضرت اسماء گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی تھیں۔

سیرۃ النبی جلد اوّل از شبلی۔ (مرتب)

Marfat.com

ہمارے ساتھ ہے۔"

پھر تین روز کے بعد غارِ ثور سے باہر نکل کر مدینہ کا راستہ اختیار کیا اور گیارہویں ربیع الاول پیر کے دن دوپہر کے وقت مدینہ پہنچے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محلہ قبا میں کلثوم بن ہدم[۳۱] کے پاس اترے۔ جمعرات تک وہاں قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد ڈالی جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ

ترجمہ: جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ آپ (اس میں) نماز کے لیئے کھڑے ہوں

پھر جمعہ کے دن قبار سے باہر تشریف لائے (اور مدینہ پہنچے)

یہاں (مدینہ میں) انصار میں سے جس کا گھر راستے میں پڑتا، وہی آپ کے ناقہ کو پکڑتا اور عرض کرتا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائیے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے "اس (ناقہ) کا راستہ مت روکو چھوڑ دو (یہ خدا کی طرف سے مامور ہے، یعنی جس گھر کے سامنے ٹھہرے گی وہیں قیام ہوگا)

۳۱: قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داخلہ اسلام کے دورِ خاص کی ابتدا ہے یہ مقام خاص شہر مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔ اکثر صحابہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ روانہ ہوئے تھے یہیں حضرت کلثوم بن الہدام کے یہاں مقیم تھے۔ یہاں آنحضور نے آٹھ ربیع الاول ۱۳ سنہ نبوی میں نزول اجلال فرمایا اور چودہ روز قیام فرما ہونے کے بعد مدینہ شہر کی طرف تشریف لے گئے۔ (سیرۃ النبی جلد اول، شبلی)

سیرۃ النبی زیرِ نظر سیرۃ الرسول سے بعد کی کتاب ہے اور زیادہ تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ اس لیئے اسی کے بیانات کو فوقیت دینی چاہیئے۔ (مرتب)

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ناقہ چلتے چلتے اس جگہ جہاں مسجد نبوی ہے خود بخود بیٹھ گئی۔ اس جگہ سے ملا ہوا گھر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ سے اتر پڑے۔ ابو ایوبؓ (ناقہ کے) کجاوہ کو گھر لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کے گھر اس وقت تک قیام فرمایا کہ مسجد نبوی[۳۲] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تیار ہو گیا۔

مواخاۃ مہاجرین و انصار

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی بندی[۳۳] قائم کی۔ حتیٰ کہ ان کی وراثت اور مال و متاع میں دونوں برابر کے شریک ہو گئے۔
۲ھ میں قبلہ کی تحویل[۳۴] ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے پہنچنے کے بعد سے

---

۳۱ : (صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) قبا میں انصار کے کئی خاندان آباد تھے۔ ان میں عمرو بن عوف کا خاندان سب سے ممتاز تھا۔ جناب کلثوم اسی خاندان کے سردار تھے۔ (مرتب)

۳۲ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مدینہ میں مسجد کی تعمیر میں شرکت فرمائی۔ دیواریں پتھر اور گارے کی تھیں چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے پاٹی گئی تھی۔ جس زمین پر مسجد بنائی گئی تھی وہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ ان بچوں نے نہایت شوق سے یہ زمین نذر کرنا چاہی لیکن آپ نے اصرار کر کے اس کی قیمت ادا کی۔ (میمونہ)

۳۳ : اس بھائی بندی کے عہد کو عقد مواخات کہتے ہیں۔ (میمونہ)

۳۴ : نماز مکہ میں فرض ہو گئی تھی۔ اور حضرت بلال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن منتخب کیا تھا۔ وہ بڑے بلند آواز تھے۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمایا کرتے تھے لیکن مدینہ منورہ میں مسجد حرام (بیت اللہ، کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ تحویل کعبہ شعبان کے نصف مہینے میں ہوئی جب مہینہ ختم ہونے کو آیا (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کل اٹھارہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی گئی اور اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے۔

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ)
تو روزے فرض کیے گئے۔ (میمونہ)

Marfat.com

غزوات و سرّیات

غزوہ بدر ۲ سنہ ھ

اسی سال غزوۂ بدر کبریٰ واقع ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب سے مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت کی تھی قریش کسی وقت اپنے مکر سے باز نہ رہے، یہاں تک کہ ایک دن ابوجہل چھپ کر آیا اور عیاش ابن ربیعہؓ [۳۵] کو فریب دے کر مکہ میں لے گیا اور مکہ میں لے جاکر

---

۳۵ : آپ کا نام عیاش اور ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی۔ آپ مشہور دشمنِ اسلام ابوجہل کے ماں جائے تھے۔ گو آپ ابوجہل جیسے کینہ پرور کے بھائی اور ہم صحبت تھے مگر اللہ کی عنایت سے فطرتاً حق پرست اور حق پسند تھے۔ چنانچہ دعوتِ اسلام کے ابتدائی ہی ایام میں مسلمان ہو گئے۔ دوسری ہجرت حبشہ میں اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ حبشہ گئے۔ حبشہ سے مکہ آئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا۔

ابوجہل جو دوسروں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا تھا اور اسلام لانے کے جرم میں غریبوں اور بے نواؤں پر سخت ظلم ڈھاتا تھا، اپنے بھائی کا اسلام کس طرح ٹھنڈے دل سے گوارا کر لیتا، چنانچہ ان کی تاک میں مکہ سے مدینہ آیا اور جناب عیاش کو یہ کہہ کر مدینہ سے مکہ لے گیا کہ والدہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بند کر دیا اور اس طرح ہمیشہ مسلمانوں کے درپے رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاسوس بھیجتے تاکہ ان کی کارروائیوں سے واقفیت حاصل ہو اور ان کے دفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ یہ حالت ہوگئی تھی کہ دونوں طرف مخالفت بڑھ گئی تھی، اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے واقع ہونے لگے تھے۔ اس عرصے میں قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا جس کا سردار ابوسفیان تھا۔ لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تلاش میں ہیں۔ اس نے قریش کو خبر بھیجی اور مکہ کے بہت سے لوگ اس کی مدد کو آگئے۔ صرف ابولہب نہیں آیا۔[۳۶] یہ سب نوسو پچاس جنگجو تھے اور ان کے ساتھ سَو گھوڑے بھی تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس (لشکر کی آمد) کا حال معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو، تیار ہو جاؤ۔ کچھ لوگ مستعدی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے اور کچھ سستی میں پڑے رہے۔ کچھ آدمیوں نے چاہا کہ قافلہ لوٹ لیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا۔ القصہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر قریش کو آنے سے روک دیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح ہے:

كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَـكٰرِهُوۡنَ ۙ

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) تمہاری جدائی میں سخت بے قرار ہیں اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تم کو دیکھ نہ لیں گی نہ سر میں تیل ڈالیں گی، نہ سائے میں بیٹھیں گی۔ حضرت عیاش یہ سن کر ماں کی محبت سے مجبور ہو کر مکہ آ گئے۔ یہاں ابوجہل نے ان کو قید کر دیا اور عرصے تک قید میں رہے۔ عربی میں لفظ عیاش کے معنی ہیں، ایسا شخص جو جینے کا ڈھنگ جانتا ہو۔ زیادہ کھانے والے (بسیار خور) کو بھی عیاش کہتے ہیں۔ "مہاجرین حصہ دوم" (مرتب)

جن لڑائیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک تھے ان کو غزوہ، جن میں آپ شریک نہیں ہوتے بلکہ کسی صحابی کو سردار بنا کر بھیجا ان کو سریہ کہتے ہیں۔ (میمونہ)

[۳۶] ابولہب طاعون کے مہلک مرض میں مبتلا تھا اور بستر مرگ پر پڑا تھا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ ہ وَاِذْ
یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَ
یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ ہ

ترجمہ۔ آپ کے پروردگار نے آپ کو حکمت کے ساتھ آپ کے گھر سے باہر نکالا اور مومنوں کا ایک گروہ (اس کو) گراں سمجھ رہا تھا۔ وہ آپ سے اس حقیقت کے باب میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو چکا تھا اس طرح ردوقدح کر رہے تھے کہ گویا وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہوں اور وہ دیکھ رہے ہوں۔ اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب اللہ آپ سے وعدہ کر رہا تھا۔ دو جماعتوں میں سے ایک کے لیے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے اور آپ (یہ) چاہ رہے تھے کہ غیر مسلح جماعت آپ کے ہاتھ آجائے۔ درآنحالانکہ اللہ کو منظور یہ تھا کہ حق کا حق ہونا ثابت کر دے۔ اپنے احکام سے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے[۳۶-الف] (الانفعال، آیت ۵ تا ۷، ترجمہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی)

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خوف کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہوا۔ (مرتب)

۳۶ الف:۔ مشرکین مکہ کی اسلامیانِ مدینہ کے ساتھ جنگی چھیڑ چھاڑ عرصے سے جاری تھی۔ غزوہ بدر سے پہلے چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے فریقین میں کشیدگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ مکے والے مسلمانوں کو مٹا دینے کی پوری کوشش میں تھے۔ جنگی تیاریوں کے لیے انہوں نے پچاس ہزار اشرفیوں کے مالِ تجارت سے ایک "قافلہ"، ابوسفیان کی قیادت میں شام بھیجا تھا۔ ان کا منصوبہ تھا کہ اس تجارت سے جو نفع ہو گا اسے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر صرف کریں گے۔ اسلامیانِ مدینہ نے اس قافلے پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ مسلمانوں کے عزائم کی خبر سالارِ قافلہ ابوسفیان کو مل گئی۔ اس نے فوراً دو تدبیریں کیں۔ اول، واپسی کا معروف راستہ جو مدینے کے پاس سے گذرتا ہے چھوڑ کر ایک غیر معروف دشوار گذار راستہ اختیار کیا تاکہ مسلمانوں کے حملے سے محفوظ رہے۔ دوم، فوراً مکے ایک تیز رفتار قاصد امدادی فوج منگوانے کے لیے بھیجا۔ جب تک مسلمانوں

Marfat.com

تیسری ماہ رمضان ۲ھ کو تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمیوں نے اس مہم کی تیاری کی۔ ان میں سے ۶۰ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ مقدادؓ اور زبیرؓ بن العوام بس یہی دو سوار تھے۔ اور چونکہ اونٹ بھی ۷۰ سے زیادہ نہ تھے، اس لیئے (لشکرِ اسلام کے مجاہد) نوبت بہ نوبت (باری باری) سوار ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؓ اور زید کے لیئے ایک اونٹ

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) نے مدینہ سے نکلنے کی تیاری کی مشرکینِ مکہ کا لشکر بڑے جوش اور تیاری کے ساتھ بدر کے قریب پہنچ گیا۔ بدر مدینہ سے جنوب مغرب میں بیس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ اب یہ صورت پیدا ہو چکی تھی کہ ایک طرف دشمنوں کا جنگ جو لشکر تھا، دوسری طرف ان کا تجارتی قافلہ۔ اللہ نے اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی کہ قافلہ یا لشکر دونوں میں سے ایک پر آپؐ کی فتح یقینی ہے لیکن صحابہ تو صاحبِ وحی نہیں تھے۔ انہوں نے تو یہ دیکھا کہ اب مقابلہ آپڑا ہے ایک لشکر جرّار سے جو اسلحہ اور تعداد ہر اعتبار سے ان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ قدرتاً ایک گروہ میں اب تذبذب تامل اور تردد پیدا ہوا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کم ہمتی پر تاسف ہوا لیکن خود صحابہ ہی کے گروہ میں سے مہاجرین میں ابوبکرؓ و عمرؓ اور انصار میں سعدؓ بن معاذ نے جوشِ اطاعت سے لبریز تقریریں کیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی طرف روانگی فرمائی ——— ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے الفاظ ہیں ———

مدینہ سے چلتے وقت مسلمانوں کو یقین نہ تھا کہ آیا وہ قافلے سے ملیں گے یا امدادی فوج سے مٹ بھیڑ ہو گی۔ دونوں امکانات تھے چونکہ قریشی قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل اور پانچ لاکھ درہم کا اسباب لا رہا تھا، اس لیئے مدینہ والوں کو یقین تھا کہ اس کی مدد اور حفاظت کے لیئے قریش اپنے تمام حلیفوں کی مدد سے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ مقابلہ اور کشمکش کریں گے۔ ان حالات میں مدینہ سے زیادہ دور نکل کر مکہ کی طرف جا کر مقابلہ کرنا بہتوں کو موت کے منہ میں جانے کے مترادف معلوم ہوتا تھا۔ بحوالہ تفسیر ماجدی (اردو) صہ ۳۷۳، ۳۷۴، سیرۃ النبی جلد اوّل شبلی (مرتب)

Marfat.com

تھا۔ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پاس بھی ایک اونٹ تھا اور یہی حال اور دل کا تھا۔ لوا[۳۷] کو مصعبؓ بن عمیر لے لیا اور رایت[۳۸] علیؓ بن ابی طالب کے ہاتھ میں تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ قریش کی تعداد نو سو[۹] اور ہزار[۱۰] کے درمیان ہے اور عتبہ اور شیبہ، ولید، ابوجہل، عمرو بن عبدود اور دوسرے سردار قریش بھی ان میں موجود ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے یہ فرمایا کہ اب مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہارے سامنے ڈال دیا ہے (پھر) ان سے رائے طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ اٹھے انہوں نے ایک برجستہ تقریر کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی داد سخن دی۔ پھر مقدادؓ[۳۹] اٹھے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویسا کیجیئے جیسا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم اللہ کی ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا بنی اسرائیل[۴۰] نے موسیٰؑ سے کہا کہ "جاتو اور تیرا خدا دونوں لڑو"۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ قسم اللہ کی اگر آپ ہم کو برک العماد میں لے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔

---

[۳۷]، [۳۸]: رایت اور لوا فوجی جھنڈوں کے نام ہیں۔ (میمونہ)

[۳۹]: حضرت مقدادؓ بن عمرو بہراء کے رہنے والے تھے۔ آپ کے خاندان کے کسی فرد نے کسی ہمسایہ قبیلے میں خونریزی کی تھی، اس لیئے انتقام کے خوف سے آپ کندہ (یمن کا ایک علاقہ) چلے گئے وہاں بھی اس قسم کی صورت پیدا ہوگئی۔ بالآخر مکہ میں آباد ہو گئے۔ آپ کا شمار ان سات جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کیا۔ اپنی غریب الوطنی کے باوجود حضرت مقدادؓ کا اسلام کے ابتدائی پر آشوب دور میں مسلمان ہونا آپ کی حق پرستی اور جرأت کی درخشاں دلیل ہے۔ سیر الصحابہ حصہ مہاجرین جلد دوم از حاجی معین الدین ندوی (مرتب)

[۴۰]: بنی اسرائیل مصر کی ایک مشہور قوم ہے۔ جو حضرت یعقوبؑ نسل تھی۔ جس کا ذکر جا بجا قرآن مجید میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی قوم کی ہدایت کے لیئے مبعوث ہوئے تھے۔ (میمونہ)

Marfat.com

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (انصار سے مخاطب ہو کر) فرمایا اے لوگو ہمیں مشورہ دو۔ یہ سن کر سعدؓ بن معاذ[41] اٹھے اور عرض کیا، شاید آپ ہم سے مشورہ چاہتے ہیں ——— آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" ——— سعدؓ نے کہا میں آپ پر ایمان لایا ہوں ——— اٹھیئے! خدا کی قسم ——— جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دریا میں لے جائیں گے اور اس کے اندر گھسیں گے تو ہم بھی گھسیں گے۔ ———

قصہ مختصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے اور اس کے قریب نزول اجلال فرمایا جب دونوں جماعتیں مقابلے میں آئیں تو مشرکین کی طرف سے عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے۔ مسلمانوں میں سے عوفؓ اور معوذؓ پسران عفراء[42] اور عبدؓ اللہ بن رواحہ[43] مقابلے کے لیے بڑھے۔ کافروں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا

---

[41]: حضرت سعدؓ بن معاذ قبیلہ عبدالاشہل کے سردار تھے جو بنی اوس کا ممتاز ترین قبیلہ تھا۔ آپ نے بیعت عقبیٰ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیانی دور میں اسلام قبول کیا۔ آپ کے قبول اسلام کے اثر سے آپ کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ بحوالہ سیر انصار حصہ دوم از مولانا سعید انصاری (مرتب)

[42]: جناب عوفؓ اور معاذؓ اور معوذؓ، کا شمار اسلام کے اولین فدائیوں میں ہوتا ہے۔ آپ تینوں بھائی تھے۔ والد کا نام حارث ہے والدہ کا عفراء۔ جناب عوف نے بیعت عقبیٰ اولیٰ میں شرکت کی اور اسلام قبول کیا۔ بعض روایات کی رو سے جناب عوف جنگ بدر میں زخمی ہوئے اور شہادت پائی۔ بعض دیگر روایات میں آپ کا حضرت عثمانؓ کے عہد تک باحیات ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ بحوالہ ایضاً (مرتب)

[43]: جناب عبدؓ اللہ بن رواحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوٹی کے جان نثاروں میں سے تھے بیعت عقبیٰ ثانی کے موقع پر اسلام قبول کیا مشہور شاعر تھے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر اہل مدینہ کو آپ ہی نے سنائی تھی۔ خیبر کے یہودی حاکم اسیر بن زرام کو جس نے اسلام کی مخالفت میں بہت سرگرمی

Marfat.com

ہم انصار ہیں۔ کافروں نے کہا کہ ہم کو تم سے کچھ غرض نہیں۔ عرب سردار (یعنی مہاجرین مکہ) جو کہ ہمارے ہمسایہ (رہ چکے) ہیں وہ ہمارے سامنے آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو سن کر فرمایا، اے حمزہؓ اٹھو، اے عبیدہؓ بن الحرثؓ بن عبدالمطلب اٹھو اور اے علیؓ مقابلے کے لئے آگے بڑھو چنانچہ جناب حمزہؓ میدان میں آئے اور فوراً شیبہ کو مار ڈالا اور پھر اسی طرح جناب علیؓ نے ولید کو خاک پر تڑپا دیا۔ حضرت عبیدہؓ اور عتبہ نے ایک دوسرے پر خوب وار کیئے۔ ہر ایک نے اپنے مقابل کو زخمی کیا یہاں تک کہ عبیدہؓ گر پڑے لیکن اسی اثناء میں جناب حمزہؓ اور علیؓ دونوں عتبہ پر جھپٹے اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر جناب عبیدہؓ کو اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ عبیدہؓ نے جناب رسالت مآب سے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں شہید نہیں ہوا،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،، بے شک تم نے شہادت حاصل کی،، پھر جناب عبیدہؓ نے کہا ———— ،، اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ان سے زیادہ میرا حق تھا کہ ان کا یہ شعر پڑھتا۔ ؏

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) دکھائی تھی۔ آپ ہی نے قتل کیا تھا یہودیوں کے گڑھ سے ان کے سردار کو عقل و فراست سے باہر بلا کر مع اس کے تیس ۳۰ ساتھیوں کے موت کے گھاٹ اتار دینا ایک نمایاں کارنامہ تھا جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ بحوالہ ایضاً (مرتب)

؎ : حضرت عبیدہؓ بن الحارث ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بالکل ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا تھا۔ آپ جناب عثمانؓ ذوالنورین اور عبداللہ بن ارقم کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ ہجرت مدینہ کے وقت ان کے دو بھائی حضرت طفیلؓ اور حضرت حصینؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ہجرت کے آٹھ ماہ بعد آپ کو مجاہدین کے ایک دستے کا سردار مقرر کر کے نبی کریم نے مشرکین مکہ کے ممکنہ حملہ آوروں کی دیدبانی کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ جنگ بدر میں شدید زخمی ہوئے اور مدینہ واپس آئے لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ بحوالہ مہاجرین حصہ اول (مرتب)

Marfat.com

ترجمہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے ارد گرد ان سے دفاع میں ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اپنی بیویوں اور بچوں کو فراموش کر دیں گے

پھر دونوں فوجوں میں عام جنگ شروع ہو گئی اور سخت خونریزی واقع ہوئی اور بالآخر مشرکین نے شکست کھائی۔ جب مشرکین (جو اس لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے) مدینہ پہنچے تو ان میں سہیل ابن عمر کو ام المومنین حضرت سودہؓ نے دیکھ کر کہا کہ تو نے تو عورتوں کی مانند اپنے آپ کو دشمنوں کے سپرد کر دیا[۴۵]۔ مردوں کی طرح کیوں نہ جان دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی اور فرمایا، اے سودا خدا اور رسول کے ساتھ (یعنی ان کے معاملے میں) خبردار رہو" —— انہوں نے کہا، اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کو اس حال میں دیکھا تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قیدیوں پر مہربانی کرو۔ یہاں تک کہ اپنا کھانا ان کے سامنے رکھ دو۔"

حاصل کلام قریش نے فدیہ دے کر قیدیوں کو چھڑا لیا جن کی تعداد ستر تھی۔ اس غزوہ میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ[۶] ان میں سے مہاجرین تھے اور آٹھ[۸] انصار[۴۶]

پہلے تو قریش نے اپنے مقتولوں پر گریہ زاری کی۔ پھر کہا کہ ہم کو خاموش رہنا چاہیئے تاکہ

---

۴۵ : حضرت سودہؓ کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب کے مرد تو مرد ان کی عورتیں تک جذبات قومی میں کس طرح ڈوبی ہوئی تھیں۔ حضرت سودہؓ باوجودیکہ اسلام لا چکی تھیں لیکن میدان جنگ میں زندہ رہ کر گرفتاری کو ایک ننگ و عار جانتی تھیں اور یہ کلمات اسی جذبہ سے بے ساختہ زبان پہ آگئے تھے (مجموعہ سہیل بن عمرو حضرت سودہؓ کے عزیز تھے۔ بحوالہ سیرۃ النبی (مرتب)

۴۶ : مشرکین کے مقتولین کی تعداد ستر تھی۔ ان میں گیارہ وہ سرکردہ اشخاص بھی تھے جو ہجرت سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے مشورہ میں شریک تھے۔ بحوالہ سلیمان منصورپوری (مرتب)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب نہ ہنسیں۔

اسود ابن یغوث کے بیٹے زمعہ اور عقیل اور حارث قتل ہو گئے تھے اور وہ ان پر گریہ وزاری کرنا چاہتا تھا لیکن غیرت مانع ہوئی ——— ناگاہ ماتم کی آواز سنی خود نابینا تھا نہ جا سکا اپنے غلام سے کہا کہ شاید ماتم کی اجازت دے دی گئی ہے، تو جا کر دریافت کر اور لوٹ کر مجھ کو خبر دے تاکہ زمعہ کے اوپر میں گریہ کروں۔ میرے دل میں بڑی آگ بھڑک رہی ہے۔

غلام واپس آیا۔ اس نے کہا کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے وہ اس کے فراق میں روتی ہے۔ پھر اسود نے چند شعر پڑھے جن کا شروع یہ ہے ع

اَتَبۡکِیۡ اَنۡ یَّضِلَّ لَهَا بَعِیۡرٌ	وَیَمۡنَعُهَا مِنَ النَّوۡمِ السُّهُوۡدِ
کیا وہ اونٹ کے گم ہو جانے پر روتی ہے	اور اسے راتوں کو نیند نہیں آتی
وَلَا تَبۡکِیۡ عَلٰی بَکۡرٍ وَّ لٰکِنۡ	عَلٰی بَدۡرٍ تَقَاصَرَتِ الۡجُدُوۡدِ
اونٹ پر کیا روتی ہے	واقعۂ بدر پر رو جس میں تقدیر نے کمی کی
تَبۡکِّیۡ اِنۡ بَکَیۡتِ عَلٰی عَقِیۡلٍ	وَبَکِّیۡ حَارِثًا اَسَدَ الۡاُسُوۡدِ
اگر روتی ہے تو عقیل پر رو	اور حارث پر جو شیروں کا شیر تھا

غزوۃ السویق

معرکہ بدر میں شکست کے بعد ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی سخت قسم کھائی تھی چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ پھر دو سو سواروں کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا، اور اپنے جانے سے کچھ پہلے چند آدمیوں کو اس غرض سے مدینہ بھیجا کہ یہ لوگ انصار کے چند آدمیوں کو مار ڈالیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سنا تو اسی وقت لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ ابوسفیان کو اس کی اطلاع ملی تو مع ہمراہیوں کے بھاگا اور ان لوگوں (ابوسفیان کے ساتھیوں) نے بوجھ کم کرنے کی غرض سے اپنے ستوؤں

Marfat.com

(سویق) کی پوٹلیوں (تھیلیوں) کو بھی چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۃ السویق کہتے ہیں۔[۴۸]

عقد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

اسی سال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقد بی بی فاطمہ کے ساتھ ہوا ——————— مشرکین ہمیشہ جلسے کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لیئے تدبیریں سوچیں اور ثعلبہ اور بنی سلیم وغیرہ بارہا جمع ہوتے مگر کوئی کام قابل تذکرہ نہ کر سکے۔[۴۹]

غزوہ احد ۳ھ

تیسرے سال میں غزوہ احد کا واقعہ ہوا۔ اس کی یہ صورت ہوئی کہ قریش کے چند سردار

۴۸: ابوسفیان نے بدر سے واپسی پر قسم کھائی تھی کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہیں لے گا۔ اس وقت تک نہ نہائے گا نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ چنانچہ اس قسم کو پورا کرنے کے لیئے وہ ذی الحجہ ۲ھ میں مدینہ کی طرف بڑھا لیکن خاص شہر سے تین میل پیچھے عریض نام کی بستی پر حملہ کر کے کچھ مکانوں کو آگ لگا دی اور ایک انصاری کو قتل کر دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے مجاہدین کے ساتھ تعاقب کیا لیکن ابوسفیان اور اس کے دو سو سوار اتنی تیزی سے فرار ہوتے کہ اپنے ستو راستہ میں پھینکتے چلے گئے بحوالہ سیرۃ النبی جلد اول شبلی (مرتب)

۴۹: قبیلہ بنی سلیم اور اس کے حامی قبائل غلفان وغیرہ مسلمانوں کے خلاف ساز باز کر رہے تھے ان کی سرکوبی کے لیئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً دو سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ساع بن عرفطہ غفاری کو اپنی عدم موجودگی میں انتظام و انصرام کے لیئے قائم مقام مقرر فرمایا۔ جب اسلامی لشکر بنو سلیم کے مقام "کدر" پہنچا تو وہاں کسی کو موجود نہ پایا۔

Marfat.com

ابوسفیان کے پاس آئے اور اس کے اور اس کے دوستوں سے جو تجارت پیشہ تھے مدد چاہی انھوں نے یہ درخواست قبول کی اور عمرو بن العاص وغیرہ چار آدمیوں کو مقرر کر کے بھیجا کہ قوم عرب کو آمادۂ جنگ کریں ۔ چنانچہ ثقیف اور کنانہ وغیرہ کا ایک گروہ جمع ہوا اور قریش مع اپنے سرداروں اور حبشیوں کے لڑائی کے لیئے آمادہ ہو گئے ۔ جبیر بن معطم نے اپنے حبشی غلام سے جس کا نام وحشی تھا ، اور لڑائی کے فن سے خوب واقف تھا ، وعدہ کیا کہ اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔[۵]

ابوسفیان ان سب کا سردار تھا ۔ اس نے اپنی بیوی ہندہ کو بھی ساتھ لیا اور اس طرح قریش کے اور سرداروں نے بھی اپنی بیویوں کو ہمراہ لیا تاکہ میدان جنگ سے نام وننگ کے خوف سے نہ

(بقیہ حاشیہ)

مشرکین خوف کے مارے بھاگ گئے تھے ۔ البتہ ان کے اونٹ وہاں چرواہوں کی نگرانی میں چر رہے تھے ۔ یہ اونٹ مال غنیمت میں مسلمانوں کے حصے آئے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غزوہ کے سلسلے میں مدینہ سے باہر رہنے کی مدت پندرہ دن تھی ۔ بعض مؤرخوں نے اس غزوہ کو غزوۃ السویق سے پہلے کا واقعہ قرار دیا ہے کچھ نے بعد کا ۔ دیکھیئے مدارج النبوت جلد دوم ، کامل ابن اثیر ، سیرت ابن ہشام محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم از شیخ محمد رضا ۔ اردو تراجم ۔ (مرتب)

[۵] : جبیر بن معطم کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا ۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام وحشی کو مامور کیا کہ اگر وہ جناب حمزہؓ کو قتل کر دے گا تو آزاد کر دیا جائے گا ۔ ابن ہشام ، ابن اثیر اور خود شبلی نے سیرۃ النبی میں لکھا ہے کہ حبشی کو جناب حمزہؓ پر مامور کیا گیا تھا یہاں شبلی نجانے کیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھ گئے ہیں ۔ حبشی کے ساتھ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے بھی اسی طرح کا وعدہ کیا تھا کہ اگر تو میرے والد عتبہ کے قاتل حمزہؓ کو قتل کرے گا تو تجھے بہت انعام دوں گی ۔ جنگ بدر میں عتبہ والد ہندہ بھی ہلاک ہوا تھا اور اس کا چچا شیبہ بھی اور بھائی ولید بھی یہ سب جناب حمزہؓ اور ——

Marfat.com

بھاگ سکیں۔ یہ عورتیں دف بجاتی تھیں اور بدر کے مقتولین پر مرثیہ پڑھتی تھیں[۵۱] تاکہ مشرکین کا خون جوش میں آئے اور انہیں میں ابو عامر انصاری بھی تھا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو کر مکہ چلا گیا تھا۔ القصہ وہ سب لوگ روانہ ہوئے اور بدھ کے دن چوتھی شوال ۳ھ کو ذوالحلیفہ میں اترے جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے۔ اس لشکر میں کل تین ہزار آدمی تھے جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو چاہا کہ مدینہ میں رہ کر ہی (قلعہ بند ہو کر) لڑیں لیکن بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ سے باہر نکلیں۔ چنانچہ آپؐ نے ابن کلثومؓ کو مدینہ کا والی مقرر کیا اور ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ جن میں سو زرہ پوش اور دو سو سوار بھی تھے، شہر سے روانہ ہوئے۔ جب مدینہ اور کوہ احد کے وسط میں پہنچے تو عبد اللہ بن ابی جو بظاہر مسلمان تھا مگر دل میں نفاق رکھتا تھا (اپنے ساتھیوں کی) ایک جماعت کو لے کر لوٹ گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ عدوۃ الوادی میں اترے اور

(بقیہ حاشیہ)

جناب علیؓ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے تھے۔

۵۱: جنگِ احد میں مشرکین کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ ان کے بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں شامل تھیں۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ ہند، عتبہ کی بیٹی، ابوسفیان کی بیوی۔ ۲۔ ام حکیم، عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی۔ ۳۔ فاطمہ بنت ولید، حضرت خالد کی بہن۔ ۴۔ برزہ، طائف کے سردار مسعود ثقفی کی بیٹی۔ ۵۔ ریطہ، عمرو بن العاص کی زوجہ۔ ۶۔ خناس، حضرت مصعبؓ بن عمیر کی والدہ (مصعبؓ بن عمیر جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ نے عقبہ کی پہلی بیعت کے بعد مدینہ میں انصار کو اسلام کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔ جناب مصعبؓ بن عمیر مدینہ جانے والے پہلے مسلمان تھے) بحوالہ سیرۃ النبی شبلی۔ (مرتب)

Marfat.com

لشکر کی پشت احد کی جانب رکھی - ابو سفیان نے انصار کو پیغام بھیجا کہ ہمارے چچا کے بیٹے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دو ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں ہم لوٹے جاتے ہیں - انصار نے اس کے جواب میں ایسے الفاظ کہے جو قریش کو ناگوار گذرے اور وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے - خالد بن ولید کے سپرد میمنہ (دایاں حصہ) کیا اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ (بایاں حصہ) پر رکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان داروں (تیر اندازوں) کو جن کی تعداد پچاس تھی - لشکر کے پیچھے کھڑا کر دیا حضرت مصعبؓ بن عمیر کے سپرد علم کیا اور حضرت زبیرؓ [۵۲] کو گھوڑوں پر (یعنی گھڑسوار فوج پر) افسر مقرر کیا اور حضرت حمزہؓ نے لشکر کو دشمن کی جانب حرکت دی - جب دونوں گروہ مل گئے اور جنگ شروع ہو گئی تو ابو سفیان کی عورت ہندہ اپنی ہمراہی عورتوں کے ساتھ اٹھی - وہ عورتیں دف بجاتی تھیں اور ہندہ گاتی تھی۔

نَحْنُ بَنَاتُ طارق	نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقِ
ہم ستاروں کی بیٹیاں	اور فرشوں پر چلنے والیاں ہیں
مشی القطا البوارقِ	والمسک فی المفارقِ
جس طرح "قطا" چلتا ہے	اور مشک ہماری مانگوں میں بھرا ہوا ہے

---

۵۲ : حضرت زبیرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی محترمہ صفیہؓ (حضرت حمزہؓ کی ماں جائی بہن) کے بیٹے تھے - حضرت صفیہ حضرت خدیجہؓ کے بھائی کی بیوی یعنی ان کی بھابی لگتی تھیں - حضرت زبیرؓ کی قبول اسلام کے وقت عمر ایک روایت کے مطابق سولہ سال تھی اور دوسری کی رو سے آٹھ سال تھی - آپ نبی کریم کے ساتھ ہر غزوے میں شریک ہوتے - فتح مکہ کے بعد جناب زبیرؓ گھوڑے پر سوار آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے، نبیؐ پاک نے کھڑے ہو کر استقبال کیا، اپنی چادر مبارک سے چہرے کا غبار صاف کیا - آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں، میرے حواری میرے پھوپھی زاد بیٹے زبیرؓ ہیں - آپ کا شمار ان ممتاز اصحاب میں ہوتا ہے جنہیں زندگی ہی میں نبی کریم نے جنت کی بشارت دی - ابن ہشام، واقدی، یعقوبی، طبری، ابن سعد، ابن حجر -

Marfat.com

و الدرُّ فی المخانق ان تقبلوا انعانق

موتی ہمارے دوپٹوں میں ٹنکے ہوئے ہیں اگر میدان جنگ میں تم لوگ آگے بڑھو گے

تو ہم تم کو گلے لگائیں گی۔

اوْ تدبروا نفارق

لیکن اگر پیچھے ہٹے تو ہم تم سے قطع تعلق کر لیں گی

پھر مردوں نے نہایت استقلال کے ساتھ جنگ کی۔ جناب حمزہؓ اور علیؓ ایک بڑے ہجوم کے اندر مار دھاڑ کرتے ہوئے گھس گئے۔ خدائے قادر نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن کمان داروں (تیر اندازوں) کو مالِ غنیمت کا لالچ ہوا، اور اس جگہ سے ہٹ گئے جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خالد نے مع اپنے آدمیوں کے پیچھے سے حملہ کیا اور کمان داروں کو مار ڈالا۔ مشرکین نے مسلمانوں کو دونوں طرف سے گھیر لیا اور غالب ہو گئے۔ جو پتھر وہ پھینکتے تھے ان میں سے ایک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک پر لگا۔ جس سے نیچے کے چار دانتوں میں سے ایک دانت شہید ہو گیا رخسارے اور پیشانی مبارک پر بھی زخم پہنچا۔ اس صدمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے اور کاسۂ زانوئے مبارک (گھٹنا) چھل گیا۔[۵۳] چند آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے تھے جو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) حفاظت کے لیے جنگ کر رہے تھے۔ ان میں سے انصار کے پانچ آدمی شہید ہوئے۔ حضرت ابو دجانہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آغوش میں لیئے ہوئے تھے انہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت

(بقیہ حاشیہ)

بحوالہ محمد رحیم دہلوی (مرتب)

۵۳ : اس مقام پر میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ کا حاشیہ مغالطہ انگیز تھا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ جنگ احد میں ام عمارہؓ جب تک مسلمان غالب رہے لڑائی کا تماشہ دیکھتی رہیں لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی سپر بنا دیا۔ تیر آ آ کر ان کی پشت میں کھبتے تھے[۵۴]

مصعبؓ بن عمیر اسی کوشش میں شہید ہو گئے۔ ان کے قاتل نے سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا[۵۵] ہے۔ وہ قریش کی طرف پلٹا اور اس نے کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ)

علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے پہنچیں اور لڑنے لگیں،، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں ”حضرت نسیبہؓ بنت کعب اپنے دونوں لڑکوں عمارہ اور عبداللہ کے ساتھ جنگ احد میں شریک تھیں۔ شروع جنگ میں تو آپ مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حالات دگر گوں ہو گئے تو آپ تلوار ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں ڈٹ گئیں۔ آپ کو تیرہ زخم لگے۔ آپ نے مع اپنے فرزندوں عمارہؓ اور عبداللہؓ کے نبی کریم کی حفاظت کا حق ادا کر دیا کئی مشرکین کو زخمی کیا۔ ایک کافر کے ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ بے دم ہو کر آنحضور کے قدموں میں گر پڑا۔ حضورؐ، ام عمارہؓ (نسیبہؓ) کی اس دلاوری پر اتنا کھل کر مسکرائے کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے۔ آنحضورؐ نے ام عمارہؓ کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ ام عمارہؓ اور اس کے فرزندوں کو جنت میں میرا رفیق بنا دیجیے،،

ام عمارہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں فتنہ ارتداد کے خاتمے میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ مسیلمہ کذاب سے جنگ میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ ام عمارہؓ قبیلہ خزرج کی شاخ ”نجار“ سے تعلق رکھتی تھیں بیعت عقبۂ ثانیہ میں شریک تھیں۔ (مرتب)

۵۴ : ابودجانہ :-

آپ کا نام سماک اور کنیت ابودجانہ ہے۔ قبیلہ ساعدہ سے ہیں۔ سعد بن عبادہ بنو خزرج کے سردار کے ابن عم ہیں۔ واقعہ ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔ ہر غزوے میں شریک ہوئے۔ جنگ احد میں شجاعت و دلاوری کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنے جسم کو ڈھال بنایا۔ تیر لو ــــ

Marfat.com

کو قتل کر دیا جس سے مسلمانوں میں پریشانی پھیل گئی اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ مگر چند آدمی جن میں حضرت علیؓ و ابو بکرؓ اور عمرؓ وغیرہ تھے، اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس درمیان میں انسؓ بن نضر

(بقیہ حاشیہ)

سے چھد گئے لیکن اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو دجانہؓ کی جان نثاری سے اتنے خوش تھے کہ مدینہ واپس جانے کے بعد سیدہ فاطمہؓ کے گھر میں جب جناب علیؓ نے کہا آج میں خوب لڑا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابو دجانہ بھی خوب لڑے"

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں جنگ یمامہ میں نہایت جانبازی دکھائی۔ مسیلمہ محصور ہو کر لڑ رہا تھا اور مسلمان اس کے لشکر پر قابو پانے میں بے بسی محسوس کر رہے تھے۔ ابو دجانہؓ یہ دیکھ کر آگے بڑھے۔ کسی طرح سے دیوار پھاند کر اندر گھس گئے۔ پاؤں ٹوٹ گیا لیکن دروازہ کھول دیا۔ مسلمان لشکر اندر داخل ہو گیا۔ پاؤں ٹوٹنے کے باوجود آپ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ بحوالہ سیر انصار، حصہ اول (مرتب)

۵۵ : حضرت مصعب بن عمیرؓ۔

آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حمنہؓ کے شوہر ہیں۔ ماں کا نام خناس ہے جو مکہ کی بڑی امیر کبیر عورت تھی۔ اس نے اپنے بیٹوں کو بڑے ناز و نعم اور چاؤ چونچلوں سے پالا پوسا تھا۔ جناب مصعبؓ بڑے خوش شکل جوانمرد تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل ملتی تھی۔ خوش لباسی و خوش ذوقی میں مکہ میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ اسلام کے شروع ایام میں مسلمان ہوئے لیکن اپنی ماں کی وجہ سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔ لیکن آخر کب تک؟ ان کی ماں اور برادری والوں کو مصعبؓ کے اسلام کی خبر لگ گئی۔ انہوں نے آپ کو قید کر کے بے انتہا سختیاں کیں۔ تنگ آکر آپ حبشہ ہجرت کر گئے۔ واپس آئے تو پھر وہ سختیاں تھیں لہٰذا حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کی۔

تنگ دستی اور مفلسی نے یہ حال کر دیا تھا کہ ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

Marfat.com

نے مہاجرین کے چند آدمیوں کو دیکھا کہ انہوں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ ان سے دریافت کیا کہ کیوں لڑائی میں کوشش نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قتل ہو گئے۔ انسؓ نے کہا کہ ان کے بعد ہماری زندگی کیا کام آئے گی۔ اب ہمیں بھی اس کام میں جان دے دینی چاہیے جس میں انہوں نے جان دی۔ پھر وہ سب جم گئے اور نہایت ہی ثابت قدمی کے ساتھ قتل و قتال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے۔ جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں تب سب لوگ ایک محفوظ جگہ میں جمع ہو گئے۔

(بقیہ حاشیہ)

حاضر ہوتے تو اس حالت میں تھے کہ لباس میں جا بجا چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے یعنی پیوند لگانے کے لیے کپڑے کا ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ صحابہ کرام نے دیکھا تو غیرت سے گردنیں جھکالیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ کوئی ناز پروردہ مکہ میں نہ تھا لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا اور رسول کی محبت نے ان کو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا" ——— جنگِ احد میں شہادت پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصعبؓ کی لاش پہ آئے تو یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) مومنین میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو عہد کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔ جنگِ احد میں آپ کے بھائی ابوالروم بن عمیر بھی شریک تھے۔ حضرت مصعبؓ کو حضور نے سب سے پہلے مدینہ بھیجا تاکہ آپ مسلمانوں کو اسلامی تعلیم دیں۔ آپ کی کوششوں سے تھوڑے ہی عرصے میں ہجرت سے پہلے اتنے انصار مسلمان ہو گئے تھے کہ گھر گھر اسلام کا نام گونجنے لگا۔ بحوالہ سوانح عبدالمطلب عبدالرحیم دہلوی۔ "مہاجرین" جلد اول (مرتب)

۵۶ : حضرت انس بن نضر ؓ۔

خاندان نجار سے ہیں۔ سلمیٰ بنت عمرو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب کی والدہ تھیں۔ اسی خاندان سے تھیں۔ حضرت انسؓ بنو نجار کے سردار تھے۔ عقبہ ثانیہ میں ———

Marfat.com

ہندہ اور اس کی ساتھ کی عورتوں نے اس لڑائی میں شہید ہو جانے والے مسلمانوں کے ناک کان کاٹ لیتے اور ہندہ نے حضرت حمزہؓ کی لاش پر جاکر ان کے پہلو کو چیر کر جگر نکال لیا اور اس کو چبا ڈالا۔ ابوسفیان اپنے آدمیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا اور بلند آواز سے کہنے لگا:

الحرب بیننا سجال یوم بیوم اعل ھبل۔

"لڑائی ہمارے درمیان ایک گردش کرنے والی چیز ہے۔ اس دن (بدر) کا بدلا آج (یوم احد) ہو گا۔ ہبل اپنے دین کی تائید کر۔"

جب ابوسفیان آواز دے کر لوٹ گیا کہ آئندہ سال پھر جنگ کے لیے تیار رہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ شہداء کو دیکھو۔ چنانچہ انھوں نے دیکھنا شروع کیا۔ سعدؓ انصاری کو دیکھا کہ ابھی تک رمقِ جاں باقی ہے۔ سعدؓ نے ان سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا کر کہنا کہ خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزائے خیر دے۔ اس جزا سے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی جاتی ہے اور ہماری قوم سے کہنا کہ جب تک تمھاری آنکھ کی پتلی حرکت کرتی ہے اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف

(بقیہ حاشیہ)

مشرف بہ اسلام ہوتے۔

جنگ احد میں مردانہ وار لڑتے ہوتے شہید ہوتے۔ اسّی زخم لگے تھے۔ کفار نے آپ کی لاش مسخ کر دی تھی۔ پہچانی نہیں جاتی تھی۔ آخر آپ کی بہن ربیع نے انگلی سے بھائی کی لاش کو پہچانا۔ بحوالہ سیر الانصار جلد اوّل۔ نیز کامل ابن اثیر۔ اردو ترجمہ (مرتب)

پہنچی تو خدا کے آگے تمہارا کوئی عذر نہ چلے گا۔، بس اس قدر کہنے کے بعد سعدؓ نے انتقال کیا۔

حضرت حمزہؓ کی بہن صفیہ آئیں کہ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے سے فرمایا کہ ان کو روک دو۔ کہیں اپنے بھائی کے اس حال کو نہ دیکھ لیں۔ جناب زبیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق ان کو روک دیا۔

جناب حمزہؓ کی بہن نے کہا کہ میرے بھائی کی لاش کو مسخ کیا گیا ہے۔ خدا کی راہ میں تو یہ ایک ادنیٰ بات ہے۔ حمزہؓ کے جنازے کے پاس آ کر نماز جنازے کی پڑھی اور جب شہیدوں کو

---

۵۷ :۔ حضرت سعد بن ربیع :۔

آپ کا تعلق قبیلہ بنو خزرج سے ہے۔ بیعت عقبیٰ اولیٰ میں مسلمان ہوئے اور عقبہ ثانیہ میں شرکت کی۔ مہاجرین کو جب انصار کا بھائی بنایا گیا تو جناب سعد کا بھائی چارے کا تعلق حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے قائم ہوا۔ جنگ احد کے خاتمہ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا آنا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابیؓ بن کعب کو جناب سعدؓ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا اور مذکورہ وصیت کے کلمات جناب سعدؓ نے ابی بن کعب کو کہے تھے۔ آپ کا شمار ان ممتاز صحابہ میں ہوتا ہے جو لکھنا جانتے تھے۔

حضرت عبد الرحمٰن کے ساتھ مواخاۃ قائم کرنے کے بعد آپ نے دوسرے انصار کی طرح اپنی تمام جائیداد کا نصف حصہ تو اپنے اسلامی بھائی کو پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ یہاں تک تیار تھے کہ اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دیں تاکہ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف ان سے شادی کر لیں۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے جناب سعدؓ کا شکریہ ادا کیا اور کہا "خدا تمہارے بال بچوں اور مال و دولت میں برکت دے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تم مجھ کو بازار کا رستہ دکھلا دو۔"

بحوالہ سیر انصار (مرتب)

Marfat.com

دفن کر چکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے تو انصار کی ایک عورت کو جن کا باپ اور شوہر دونوں شہید ہو چکے تھے لوگوں نے دیکھا۔ جب ان کو (صحابیہ کو) ان لوگوں کے شہید ہونے کی (یعنی شوہر اور بیٹے کے) خبر پہنچی تو کہنے لگیں کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کرو کہ وہ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا "وہ اسی حال میں ہیں جس میں تم چاہتی ہو"۔ ——— کہا ——— "میں ان کو دیکھنا چاہتی ہوں"۔ جب ان کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو کہنے لگیں ——— "جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو سب غم ہیچ ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ احد سے شنبہ (ہفتہ) کے دن واپسی ہوئی۔

غزوۂ حمراء الاسد

اسی سال میں غزوہ حمراء الاسد بھی واقعہ ہوا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین آتے ہیں۔ باشتیاق تمام اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے باہر کوچ فرمایا تاکہ مشرکین مسلمانوں کی شان وشوکت کو دیکھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہو کر حمراء الاسد جو مدینہ سے سات میل ہے۔ ابوسفیان مشرکین کی جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے استیصال کے لیئے آ رہا تھا۔ راستہ میں معبد الخزاعی سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا کہ تمہاری طرف کیا حال ہے ——— کہا کہ ——— محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جماعت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ ان کی مثل (یعنی طاقت وقوت کے اعتبار سے) میں نے کسی کو نہیں دیکھا ——— یہ سن کر مجبوراً ابوسفیان مکہ کو لوٹ گیا۔[۵۸]

---

[۵۸] : غزوہ حمراء الاسد کے بارے میں مولانا شبلی کا وہ بیان اوپر آپ نے پڑھا جو ان کی سیرۃ النبی کے سلسلے کی بالکل ابتدائی اور اولین تصنیف ہے۔ اسی کتاب میں جو ان کے آگے ظہور پذیر ہونے والی سیرۃ النبی کے مقابلے میں محض ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ انہوں نے واقعہ حمراء الاسد کو غزوہ قرار دیا ہے

Marfat.com

سریہ رجیع ۴ھ

ماہ صفر ۴ھ میں سریہ رجیع ہوا اور اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ عضل اور قارۃ کے آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کسی کو کر دیجئے تاکہ وہ ہم کو شریعت کے احکام سکھایا کرے آپ نے چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ جب وہ مقام رجیع پر (جو بنی ہذیل کے پانی کا مقام تھا) پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دغا کی۔ مسلمانوں نے بھی مقابلہ کیا جن میں تین آدمی شہید اور باقی تین قید ہو گئے۔ ان قیدیوں کو مکہ لے گئے اور قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا جنہوں نے سب کی گردن مار دی [59]

(بقیہ حاشیہ)

اور جس الجھے ہوتے انداز سے اس کی تفصیلات بیان کی ہیں وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب ذرا تقابل کی خاطر ان کی مفصل تصنیف سیرت میں اسی واقعہ کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ "ابوسفیان احد سے روانہ ہو کر جب مقام روحا پہنچا، یہاں خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی گمان تھا۔ (چنانچہ) دوسرے ہی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ کوئی واپس (گھروں کو) نہ جاتے چنانچہ حمراء الاسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل ہے، تشریف لے گئے۔ قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہیں لایا تھا لیکن درپردہ اسلام کا طرف دار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی (مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان نے اپنا ارادہ (مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کا) ظاہر کیا۔ معبد نے کہا، "میں دیکھتا آیا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سروسامان کے ساتھ آرہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے"، غرض ابوسفیان واپس (چلا) گیا یہی واقعہ ہے جس کو مورخین نے تکثیر غزوات کے شوق میں ایک نیا غزوہ بنا لیا ہے اور حمراء الاسد کا ایک نیا عنوان قائم کیا ہے۔ (مرتب)

[59]: ان اصحاب کی تعداد چھ نہیں دس تھی۔ ان پر بنو لحیان کے تقریباً دو سو آدمیوں نے جن میں

Marfat.com

سریۂ بیر معونہ

اسی سال صفر ہی کے مہینے میں سریہ بیر معونہ واقع ہوا۔ اس کی یہ صورت پیش آئی کہ ابوالبراءؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اگر نجد والوں کی طرف چند آدمیوں

(بقیہ حاشیہ)

ستو تیر انداز تھے عضل اور قارہ کے آدمیوں کے کہنے پر حملہ کر دیا۔ اصحاب نے ایک ٹیکرے پر پناہ لی۔ حضرت عاصمؓ بن ثابت ان اصحاب کے قائد تھے وہ مع اپنے سات ساتھیوں کے لڑ کر شہید ہوئے مشرکین نے باقی تین کو پناہ دینے کا وعدہ کیا لیکن بعد میں اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور انہیں مکہ میں لے جا کر فروخت کر دیا۔

قیدی بننے والے صحابہ میں ایک حضرت خبیبؓ تھے۔ ان کے ہاتھوں جنگ احد میں حارث بن عامر قتل ہوا تھا۔ حارث کے لڑکوں نے باپ کا بدلہ لینے کے لیئے آپ کو خرید لیا اور حدود حرم سے باہر لے جا کر قتل کر دیا۔ حضرت خبیبؓ نے قتل ہونے سے پہلے مشرکین سے اجازت لے کر دو رکعت نماز ادا کی اور پھر کہا جی تو یہ چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں لیکن یہ خیال مانع ہوا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ موت سے ڈرتا ہوں۔ آپ کا تعلق قبیلۂ اوس سے تھا۔ ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔ بحوالہ سیرت النبی جلد اول از شبلی نیز، سیر انصار جلد اول (مرتب)

دوسرے صحابہ حضرت زیدؓ تھے آپ بھی انصاری تھے۔ (زیدؓ بن دثنہ بن معاویہ) قبیلہ خزرج کی شاخ بیاضہ سے تعلق تھا۔ ان کو صفوان بن امیہ نے قتل کے ارادے سے خریدا تھا۔ آپ کے قتل کے وقت قریش کے معزز سردار تماشا دیکھنے آئے جن میں ابوسفیان بھی تھا۔ جب قاتل نے تلوار ہاتھ میں لی تو ابوسفیان نے کہا "—— سچ کہنا اس وقت تمہارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کیئے جاتے تو کیا تم اس کو اپنی خوش قسمتی نہ سمجھتے۔" —— جناب زیدؓ نے جواب میں فرمایا۔

Marfat.com

کو آپ بھیج دیں تو امید ہے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت قبول کریں گے "۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اصحاب کی جان کا اندیشہ ہے [61] ——— اس نے کہا کہ "اس کا ضامن میں ہوں" ——— پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر انصاری [62] کو مع چالیس [63] برگزیدہ مسلمانوں کے بھیج دیا۔ جب وہ بیر معونہ پر جو مدینہ

(بقیہ حاشیہ)

خدا کی قسم میں تو اپنی جان کو اس کے برابر بھی عزیز نہیں رکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوؤں میں کانٹا چبھ جائے۔ صفوان کے غلام نسطاس نے آپ کو قتل کیا۔ جس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ بحوالہ ایضاً (مرتب)

[60]: ابو البراء قبیلہ کلاب کا رئیس تھا۔ اور عامر بن طفیل کا چچا تھا۔

[61]: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندیشہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ عامر بن طفیل نے جو ان اطراف کا رئیس تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ میرے اور تمہارے درمیان تین باتیں ہیں۔ ۱۔ بادیہ کے مالک تم ہو اور شہروں کا میں ہوں۔ ۲۔ یا اپنے بعد مجھ کو اپنا جانشین بنا ؤ۔ ۳۔ ورنہ غطفان کو لے کر چڑھ آؤں گا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور نہیں فرمایا تھا۔

[62]: حضرت منذر بن عمرو

قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عقبۂ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور اپنے قبیلہ کے نقیب مقرر ہوئے۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی اسی قبیلے کے نقیب تھے۔ جب بیر معونہ میں مشرکین نے صحابہ کو گھیر کر شہید کیا تو جناب منذرؓ سے کہا گیا کہ اگر وہ درخواست کریں تو انہیں امان دے دی جائے گی لیکن انھوں نے یہ بے حمیتی گوارا نہ کی۔ لڑتے ہوئے جان دے دی۔ بحوالہ سیرۃ النبی جلد اول شبلی نیز سیر انصار جلد دوم از سعید انصاری (مرتب)

سے چار مرحلہ اور ہے، اترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ عامر ابن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو ان کا سردار تھا تو اس نے نامہ بر کو مار ڈالا اور اس کے لوگ صحابہ کو قتل کرنے کے لیئے جمع ہو گئے چنانچہ مکر و فریب سے سب اصحاب شہید ہو گئے[۶۴]

مگر کعبؓ ابن زید جو مردہ ہونے کا بہانہ کر کے شہداء میں (دم سادھے) پڑے ہوئے تھے بچ گئے اور بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

غزوہ بدر ثانیہ

اسی سال شعبان کے مہینے میں غزوۂ بدر دوبارہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے اعلان جنگ پر مدینہ سے باہر تشریف لاکر بدر کی جگہ اترے اور آٹھ رات تک وہاں قیام فرمایا لیکن ابوسفیان مرالظہران تک پہنچ کر لوٹ گیا۔

(بقیہ حاشیہ)

[۶۳] : جو اصحاب بھیجے گئے تھے ان کی تعداد ستر تھی۔ ان میں اکثریت اصحاب صفہ کی تھی۔ ان لوگوں نے بیر معونہ میں قیام کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ عامر نے نامہ بر کو قتل کروا دیا اور ارد گرد کے حامی قبائل کے پاس آدمی دوڑا کر ایک بڑا لشکر جمع کر لیا۔ صحابہ کرام کو اس لشکر کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سب اصحاب مارے گئے۔ سوائے عمروؓ بن امیہ کے اور حضرت کعبؓ بن زید کے

[۶۴] : ابوالبراء کو جب صحابیوں کے اس طرح شہید ہونے کی خبر ملی تو اس کو بہت صدمہ پہنچا۔ کیونکہ وہ صحابہ کرام کی خیریت کا ضامن ہوا تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

جنگ احد کے موقع پر ابوسفیان نے للکارا تھا کہ وہ اگلے سال، بدر کے مقام پر مسلمانوں سے پھر دو دو ہاتھ کرنے آئے گا۔ چنانچہ مکہ سے اس کی روانگی کی خبر ملتے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے کوچ فرمایا اور بدر میں پڑاؤ ڈال دیا۔ ابوسفیان دو ہزار فوج کے ساتھ نکلا

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابت سیکھنے کے لئے حکم دینا

اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن ثابت کو کتابت سیکھنے کا حکم دیا۔[۶۵]

(بقیہ حاشیہ)

وہ مرالظہران کے قریب ایک مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اسے مجاہدین اسلام کی بدر میں آمد کی خبر مل گئی تھی اور وہ جنگ سے بچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر سے کہا، "اے جماعت قریش جنگ کے لیئے شادابی اور پیداوار کا سال تمھارے لیئے زیادہ بہتر ہے تاکہ تمھیں اور تمھارے جانوروں کو اشیائے خورد و نوش کی سہولت ہو۔ موجودہ سال قحط و خشکی کا سال ہے اس لیئے میں تو واپس جاتا ہوں تم بھی چلو۔" اس کی واپسی کی رائے سے قریشی لشکر میں سے کسی نے اختلاف نہ کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود فوج بھی لڑنا نہیں چاہتی تھی۔ چنانچہ مشرکین واپس چلے گئے۔ ابو سفیان جنگ نہیں چاہتا تھا۔ وہ محض اس لیئے فوج لے کر نکلا تھا کہ اسے یہ طعنہ نہ دیا جائے کہ اس نے اپنا گذشتہ سال کا وعدہ پورا نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے مکہ سے نکلتے ہی ایک شخص کو مدینہ بھیجا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے لشکر کی کثرت سے خوفزدہ کر دے اور وہ ڈر کی وجہ سے مدینہ سے کوچ نہ کریں لیکن مسلمان خوفزدہ نہیں ہوتے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بدر پہنچے اور آٹھ دن تک ابو سفیان اور اس کے لشکر کا انتظار کرتے رہے لیکن ابو سفیان اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا۔ چنانچہ مکہ واپسی کے بعد مکہ والوں نے اپنی اس فوج کو "جیش سویق" (ستو والی فوج) کے نام سے پکارا اور کہا کہ تم لوگ صرف ستو پینے گئے تھے ابو سفیان پر اللہ نے مسلمانوں کا ایسا رعب بٹھا دیا تھا کہ وہ جنگ سے خوفزدہ تھا۔ محض طعنہ سے بچنے کے لیے اس نے جنگ کی تیاری کی تھی۔ مزید ہیبت اس پر نعیم بن مسعود کی باتوں سے طاری ہو گئی جو مدینہ سے مکہ آیا تھا۔ نعیم نے مسلمانوں کی تیاری کا حال سنا کر ابو سفیان کے دل کو ہلا دیا تھا۔ چنانچہ اس نے نعیم ہی کو ا[illegible] کا لالچ دے کر واپس مدینہ بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اہل مکہ کے لشکر کی کثرت اور

Marfat.com

ولادت حسینؓ

بعض کا قول ہے کہ اسی سال حضرت امام حسینؓ ابن علیؓ پیدا ہوئے [۶۶]

غزوۂ خندق ۵ھ

۵ھ میں غزوۂ خندق واقع ہوا۔ اور اس کی یہ صورت ہوئی کہ یہودانِ بنی نضیر ایک گروہ جمع کر کے قریش کے پاس مکہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیئے ان کو برانگیختہ کیا اور کہا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کو برباد نہ کرلیں

(بقیہ حاشیہ)

قوت سے ڈراتے۔ نعیم نے مدینہ آکر وہی کیا جس کے لیئے وہ ابوسفیان کی طرف سے مامور ہوا تھا۔ مسلمان کچھ خوفزدہ بھی ہوئے لیکن جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی اور تیار نہیں ہوگا تو میں تنہا مقابلے کے لیئے نکلوں گا تو یہ سن کر صحابہ کی حمیت جاگ اٹھی۔ شیطان کے وسوسے دور ہوگئے اور وہ پوری شان سے مدینہ سے نکلے۔ بحوالہ مدارج النبوۃ، ابن ہشام (مرتب)

۶۵ : سیرۃ النبی (شبلی) میں ہے کہ زیدؓ کو عبرانی زبان لکھنے پڑھنے اور سیکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں پر اطمینان نہیں تھا۔ وہ اپنی کتاب تورات کے بارے میں گفتگو کرتے وقت اپنے مطلب کا مفہوم بیان کرتے تھے۔

مدارج النبوہ میں ہے کہ جناب زید کو یہودیوں کی زبان کے رسم الخط میں کتابت سیکھنے کا حکم دیا گیا تھا تاکہ یہودیوں سے خط وکتابت میں کسی یہودی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ (مرتب)

۶۶ : اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا۔ اسی سال حضرت عثمان بن عفان کے بیٹے عبداللہ جن کی والدہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ علیہ وسلم تھیں، کا انتقال ہوا۔ نماز جنازہ رسول

گے ہم تمہارے مددگار رہیں گے ۔قریش نے اس بات کو منظور کرلیا ۔ اس کے بعد وہ قبیلہ غطفان کے پاس آئے ان سے بھی ایسا ہی کہا ۔ انہوں نے بھی منظور کیا ۔پھر قریش ابوسفیان اور بنو غطفان ،عتبہ کی سرداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو نکلے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو حضرت سلمان فارسی کی رائے کے مطابق خندق کھودنے کا حکم دیا۔ قریش مع دس ہزار آدمیوں کے (خندق کے) سامنے مقیم ہوئے ۔بنو غطفان (کے لشکر) نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ احد کے پہلو پر قیام کیا اور بنی قریظہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا ۔ان کو اہل قریش نے اس طرح مکرو فریب میں پھنسا لیا کہ جس پر انہوں نے معاہدہ توڑ لیا اور ان کے ساتھ مل گئے ۔

مشرکین نے خندق کے گرد بیس روز تک محاصرہ رکھا ۔ دونوں طرف سے صرف تیر اندازی ہوتی رہی ۔کئی دن کے بعد چند سوار قریش کے جن میں عمرو بن عبدود اور عکرمہ بن ابوجہل آئے اور خندق کے کنارے پر جو ایک تنگ جگہ تھی کھڑے ہوتے اور گھوڑوں کو دوڑایا ۔عمرو بن عبدود بھی باہر آیا تاکہ لوگ اس کے مرتبہ کو پہچانیں اور اسی لیئے اپنا مدمقابل چاہا ، علی کرم اللہ وجہہ ،اس کے مقابلے میں آئے اور انہوں نے ایک ضرب میں اس کو قتل کر دیا ۔ اس کے بعد ان کے گھوڑے بھاگنے لگے ۔

(بقیہ حاشیہ)

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ۔جناب عبداللہ کی عمر چھ سال تھی ۔ اسی سال حضرت زینب بن خزیمہ نے انتقال فرمایا ،جن سے اسی سال نکاح ہوا تھا ۔ام المومنین زینب پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں ۔جناب عبداللہ نے جنگ احد میں شہادت پائی تھی ۔محترمہ زینب کی عمر انتقال کے وقت تیس سال تھی ۔عبداللہ بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ کے بیٹے ہیں ۔ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے ۔آپ کو نبی پاک نے ایک مہم پر مجاہدین کا سردار بنا کر نخلہ بھی بھیجا تھا اور امیر المومنین

اللہ تعالیٰ نے ان کے مابین اختلاف پیدا کر دیا۔ سردی کے دن تھے اور ہوا تیز اور سرد چلتی تھی جس نے ان کے مطبخ اور خیموں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا۔

ترجمہ (اشرف علی تھانوی) اے ایمان والو! اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے۔ پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔ (الاحزاب آیت ۹)

قریش کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور غطفان والے اس خبر کو سن کر واپس ہو گئے[۶]

(بقیہ حاشیہ)

کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ خلفائے راشدین کے علاوہ جناب عبداللہ واحد شخص ہیں جنہیں یہ خطاب ملا۔ بحوالہ سیرۃ النبی شبلی، مدارج النبوۃ بحوالہ محمد رحیم دہلوی، کامل ابن اثیر، سیر الصحابیات (مرتب)

[۶]: مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں یہودیوں کے تین مشہور قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع آباد تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان قبائل سے امن و سلامتی اور بھائی چارے کے ساتھ مل جل کر رہنے کے معاہدے کیے تھے لیکن ان قبائل کے یہودی طبعی شر پسندی کی وجہ سے اکثر ایسی ناگوار، ناروا اور اشتعال انگیز باتیں کرتے رہتے تھے، جو ان سے کیے گئے معاہدوں کے منافی تھیں۔ بنو قینقاع خصوصاً بڑے مغرور تھے۔ جنگ بدر کے دنوں میں اس قبیلے کے افراد نے ایسی اشتعال انگیزی کا مظاہرہ کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے خلاف اعلان جنگ کرنا پڑا۔ مجاہدین کی آمد کا سن کر یہ لوگ محصور ہو کر بیٹھ گئے اور بالآخر یہ طے پایا کہ اس قبیلے کے تمام

Marfat.com

غزوہ بنو قریظہ

اسی سال غزوہ بنو قریظہ وقوع میں آیا۔ اس کی یہ شکل پیش آئی کہ یہودی مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ کینہ رکھتے تھے۔ نہ کسی عہد پر قائم رہتے تھے اور نہ کسی وعدہ کو پورا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام مدینہ ہجرت کے ابتدائی زمانے میں ان سے امن کا عہد کر لیا تھا۔ مگر جب بدر کی لڑائی کے وقت انھوں نے عہد شکنی کی تو آپ

(بقیہ حاشیہ)

افراد مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ چنانچہ یہ علاقہ شام کی طرف نکل گئے

بنو قینقاع کے جلا وطن ہونے کے بعد مدینہ میں یہودیوں کے دو قبائل رہ گئے تھے بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ قینقاع کے انجام سے عبرت حاصل کر کے امن و صلح سے رہنے کے بجائے ان قبائل نے بدستور اپنی شرانگیزی کا تسلسل قائم رکھا۔ یہ مکہ کے مشرکین سے ساز باز رکھتے تھے اور عرب کے دوسرے اسلام دشمن قبائل کو بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر اکساتے رہتے تھے۔ بنو نضیر نے تو ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کی سازش بھی کی جس کا بروقت علم ہو گیا۔ جنگ احد کے بعد قریش مکہ نے بنو نضیر کو کہلا بھیجا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو، ورنہ ہم سے جنگ کے لیئے تیار رہو۔ بنو نضیر کی اسلام دشمنی پہلے ہی کچھ کم نہ تھی۔ قریش کے پیغام نے ان کو اور زیادہ سرگرم کر دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیئے ان سے معاہدۂ صلح کی تجدید چاہی لیکن بنو نضیر اس پر راضی نہ ہوتے۔ اس کے بعد کشیدگی کم کرنے کے لیئے متعدد کوششیں کی گئیں لیکن بنو نضیر کی ہٹ دھرمی آڑے آئی۔ پھر ان کی اس سازش کا پتہ چلا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ ان حالات میں اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ان کے خلاف اعلانِ جنگ کیا جائے۔ چنانچہ جب مجاہدین اسلام بنو نضیر کے قلعوں کی طرف بڑھے تو وہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم اس روزِ سیاہ سے جو کفار کو پیش آیا، خوف کرو۔ وہ کہنے لگے، اے محمد! کیا تم ناز کرتے ہو۔ تم کو اس قوم سے کام پڑا ہے جو لڑائی سے ناواقف ہے اور وہ عہد نامہ آپ کے سامنے ڈال دیا۔

پھر آپ نے وسط شوال ۲ھ میں ان کو دس روز تک محاصرہ میں رکھا۔ بعد ازاں انھوں نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا اور عبداللہ بن ابی نے کچھ عرض کیا اور گریبان مبارک تک ہاتھ لے جا کر خوشامد کی اور کہا اے محمد!

(بقیہ حاشیہ)

محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ پندرہ دن کے محاصرے کے بعد یہ طے پایا کہ بنو نضیر جس قدر مال واسباب اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں لے جائیں اور مدینہ سے نکل جائیں چنانچہ ان سے مدینہ پاک ہو گیا۔ ان کے بڑے بڑے سردار خیبر چلے گئے جو کہ یہودیوں کا ایک معروف گڑھ تھا۔ مدینہ سے نکلنے کے بعد بنو نضیر کے سردار مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکسانے کے لیے گئے۔ وہ تو ہمیشہ سے اس کے لیے تیار تھے۔ قریش کو تیار کر کے یہ بنو غطفان کے پاس گئے۔ اور لالچ دے کر ان کو مسلمانوں پر حملے کے لیے تیار کر لیا۔ بنو اسد، بنو غطفان کے حلیف تھے۔ وہ ان کے کہنے پر مدینہ پر چڑھ دوڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ قریش کا ایک حلیف قبیلہ بنو سلیم بھی اس دشمن اسلام اتحاد میں شامل ہو گیا۔ بنو سعد والے یہودیوں کے حلیف تھے وہ بھی اپنے جنگجو لے کر آ گئے۔ غرض تمام عرب کے بڑے بڑے قبائل کا ایک لشکر متحد ہو کر مسلمانوں کو ختم کر دینے کے لیے نکل پڑا۔ مسلمانوں نے محصور ہو کر مدافعت کی۔ تقریباً دو ماہ تک کفار کا محاصرہ اس سختی سے قائم رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب پر تین تین فاقے گذر گئے۔ مشرکین نے کئی زوردار حملے کیے تاکہ خندق عبور کریں لیکن مسلمانوں کی سخت مدافعت کے آگے ان کی ایک نہ چل سکی آخر محاصرہ کے طول پکڑ جانے پر خود محاصرہ کرنے والوں کی ہمتیں بھی ٹوٹ گئیں۔ سامان خورد و نوش کی کمی پڑ گئی، چارہ ختم ہو گیا۔ اللہ کی تائید مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ اسباب ایسے بنے کہ کفار کو واپس جانا پڑا۔

Marfat.com

(صلی اللہ علیہ وسلم) مہربانی فرماتیے۔ آپ نے حکم دیا کہ جلاوطن کیئے جائیں [۶۸]

پھر کعب بن الاشرف ۳ھ میں مکہ گیا اور کشتگانِ بدر پر گریہ وزاری کی اور ان لوگوں کو بھڑکایا۔ ابورافع یہودی اس کا دوست ہوگیا۔ دونوں نے فتنہ برپا کیا [۶۹]

۴ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کی طرف چلے گئے تاکہ ان سے ادائے دیت میں مدد چاہیں۔

وہ الٹے آپ کے شہید کرنے کے لیئے متفق ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کا بھی محاصرہ کر لیا اور جب وہ محاصرے سے عاجز آگئے تو ان کو بھی جلاوطن کیئے جانے کا حکم دیا [۷۰]

(بقیہ حاشیہ)

بحوالہ سیرۃ النبی از شبلی (مرتب)

۶۸: یہ بنو قینقاع کا ذکر ہے۔ ان کا محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا تھا۔ بحوالہ سیرۃ النبی از شبلی (مرتب)

۶۹: کعب بن اشرف یہودی ایک مشہور شاعر تھا۔ اس کے باپ اشرف نے جس کا تعلق قبیلہ طے سے تھا۔ مدینہ کے یہودی قبیلہ بنو نضیر کا حلیف بن کر اس قدر اعتبار پیدا کر لیا تھا کہ ابورافع نے جو نہ صرف یہودیوں کا بلکہ تمام عرب کا مشہور تاجر تھا، اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی۔ کعب اس لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس دو طرفہ رشتے کی بنا پر کعب کو یہودیوں اور عربوں دونوں میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا۔ اس کے علاوہ اپنی شاعری کے زور پر بھی وہ بڑا اثر رکھتا تھا۔ نیز اپنی دولت کے بل بوتے پر اس نے یہودی مذہبی پیشواؤں کے وظیفے مقرر کر کے انہیں اپنے حلقہ اثر میں لے لیا تھا۔ اس سارے اثر و رسوخ کو کعب اسلام دشمنی میں صرف کر رہا تھا۔ مکہ جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ اس دور میں اچھے شاعر کے اشعار وہی اثر رکھتے تھے جو آج کے دور میں اچھے اخبار کا ہوتا ہے۔ کعب اپنی شاعری کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت و حقارت

بنو قریظہ نے باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موافقت کا عہد کیا تھا، قریش کے ورغلانے میں آگئے اور جنگ خندق کے وقت عہد توڑ لیا اور کھلم کھلا دشمنوں سے مل گئے۔ (چنانچہ جنگ خندق (کے اختتام) سے اگلے ہی روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی محاصرہ کر لیا اور پندرہ روز تک محاصرہ قائم رہا۔ جب وہ جان سے تنگ آگئے اور خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی۔ بنی اوس جو بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ علیہ وسلم جس طرح کہ موالی خزرج یعنی بنو قینقاع کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔ بنو قریظہ کے ساتھ جو ہمارے موالی ہیں، معاملہ کر لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنو قریظہ سے) فرمایا سعدؓ کے حکم کو قبول کرتے ہو۔ (بنو قریظہ نے) جواب دیا، منظور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سعدؓ کو بلاؤ چنانچہ (کچھ لوگ) گئے اور سعدؓ کو سوار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے اور ان سے یہ کہتے آرہے تھے کہ اپنے موالی کے ساتھ احسان کرو، لیکن جناب سعدؓ نے حاضر ہو کر کہا کہ "میں ان کے بارے میں حکم دیتا ہوں کہ ان کے (تمام) آدمی مار ڈالے جائیں اور ان کا مال مسلمانوں پر تقسیم کیا جائے"[1]

(بقیہ حاشیہ)

کے جذبات ابھارتا تھا۔ اس نے دھوکے سے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ بحوالہ سیرۃ النبی جلد اول۔ شبلی (مرتب)

[1] : بنو نضیر کی محاصرے اور جلاوطنی کی تفصیل حاشیہ ۶۹ میں پیش کی جا چکی ہے۔ (مرتب)

[2] : سعد بن معاذ اور ان کا قبیلہ اوس، قریظہ کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ عرب میں یہ تعلق ہم نسبی سے بڑھ کر تھا۔

Marfat.com

اس کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور بنو قریظہ کو ایک انصاری کے گھر بند رکھا اور پھر ایک ایک کی گردن مار دی گئی۔

غزوہ بنی مصطلق

سنہ ۶ھ میں غزوہ بنی المصطلق اس طرح واقع ہوا کہ اس قبیلے والوں نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۲۷)

۲۷ : بنو قریظہ کے متعلق مخالفینِ اسلام نے بڑے زور کے ساتھ ظلم و بے رحمی کا اعتراض کیا ہے لیکن واقعات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آکر ان کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا جس میں ان کے مذہب کو پوری آزادی دی گئی اور جان و مال کی حفاظت کا اقرار کیا گیا۔

۲۔ بنو قریظہ رتبہ میں بنو نضیر سے کم تھے، یعنی بنو نضیر کا کوئی آدمی قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اس کو صرف آدھا خون بہا دینا پڑتا تھا۔ بخلاف اس کے بنو قریظہ پورا خون بہا ادا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ پر یہ احسان کیا کہ ان کا درجہ بنو نضیر کے برابر کر دیا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی جلاوطنی کے وقت بنو قریظہ سے دوبارہ تجدید معاہدہ کی۔

۴۔ باوجود ان باتوں کے، ان احسانات کے قریظہ نے عہد شکنی کی اور جنگِ احزاب میں دشمنانِ اسلام کا ساتھ دیا۔

۵۔ تمام مسلمان مجاہد شہر سے باہر خندق کے پاس پہرہ دیتے تھے، شہر خالی تھا خواتین مدینہ کی بستیوں میں جو چند قلعے تھے وہاں بھیج دی گئی تھیں۔ قریظہ نے یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ آیا مسلمانوں کا عقب خالی ہے پہلے خواتین کے قلعوں پر حملہ کرنا چاہا۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جاتے تو لازماً مسلمانوں

مسلمانوں کی مخالفت پر ایک جم غفیر جمع کیا اور حارث کو اس کا سپہ سالار بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مقابلے کے لیے تیار تھے۔ مسلمانوں اور بنی المصطلق میں اس آبگیر پر مقابلہ ہوا جو ان ہی مشرکین کا تھا۔ مشرکین نے پہلے لڑائی کی کوشش کی، پھر فرار ہو گئے۔[۳۰]

صلح حدیبیہ

اسی سال (یعنی سنہ ۶ ھ) ذی القعدہ کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا قصد کیا اور بغیر کسی لڑائی کے قصد کے ایک گروہ کے ساتھ جس میں چودہ سو مہاجرین و انصار ہوں گے۔ مکہ کے ارادے سے روانہ ہوئے اور قربانی کے لیے ستر اونٹ روانہ کیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ جب موضع عسفان[۳۱] پر پہنچے تو بشیر بن سفیان الکعبی آپ سے ملا اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ

(بقیہ حاشیہ)

پر پیچھے سے وار کرتے۔

۶- حیی ابن اخطب (بنو نضیر کا سردار) جسے بغاوت کے جرم میں مع اس کے قبیلے کے جلا وطن کیا گیا تھا، اور جس نے تمام عرب کو برانگیختہ کر کے جنگ احزاب قائم کر دی تھی اس کو اپنے ساتھ لائے اور اپنے قلعہ میں رکھا۔

ان حالات میں بنو قریظہ سے درگذر کرنا آستین میں سانپ پالنے کے مترادف تھے۔ بحوالہ سیرۃ النبی جلد اول (مرتب)

۳۰ھ- زیر نظر کتاب میں شبلی نے غزوہ بنی مصطلق کو جنگ خندق کے بعد بیان کیا ہے اور اس کو سنہ ۶ ھ میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ خندق سے پہلے شعبان سنہ ۵ ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ جب کہ غزوہ

صلی اللہ علیہ وسلم قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا حال سن کر ذی[4] طوی[5] کے آس پاس جمع ہو گئے ہیں اور قسم کھائی ہے کہ آپ کو اس جگہ سے ہرگز نہ جانے دیں گے۔ اس کے علاوہ عروہ بن مسعود الثقفی جو اہلِ طائف کا سردار تھا، قریش کا بھیجا ہوا آیا اور کہا کہ قریش نے پلنگینہ[6] پہنا ہے اور خدا کی قسم کھائی ہے کہ آپ کو مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ اس گفتگو کے درمیان عروہ نے ریشِ مبارک کو چھونا چاہا۔ مغیرہؓ بن شیبہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے، اس کے ہاتھ کو جھٹک کر کہا کہ ——— "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی طرف سے ہاتھ الگ ہٹا" ——— عروہ نے کہا ——— "تو عجیب کج خلق ہے" ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

یہاں اس نے دیکھا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر وضو فرماتے ہیں تو اصحابؓ گرتے ہوئے پانی کے لیے دوڑتے ہیں "تاکہ پانی کو گرنے نہ دیں بلکہ اپنے ہاتھوں پہ لے کر اپنے چہروں پر مل لیں"، اور اگر کوئی بال آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گرتا تو تو اسی وقت اٹھا لیتے۔

(بقیہ حاشیہ)

خندق یا احزاب ذی قعد ۵ھ میں ہوا تھا۔ سیرۃ النبی جلد اوّل میں جو شبلی کی آخری تصنیف ہے اس کا سن وقوع صحیح لکھا ہے (مرتب)

[4] : مکہ اور مدینہ کے درمیان، مکہ سے چھتیس ۳۶ میل شمال میں ایک قصبہ ہے۔ بحوالہ معجم البلدان اردو ترجمہ (مرتب)

[5] : ذی طوی۔ طوی مکہ میں ایک کنویں کا نام ہے۔ بحوالہ ایضاً (مرتب)

[6] : چیتے کی کھال جیسی دھاریوں یا نشان والا کپڑا (میمونہ)

Marfat.com

پھر جب وہ قریش کے پاس آیا تو اس نے کہا ——————— "میں خسرو اور قیصر کے ملک میں بھی گیا ہوں مگر خدا کی قسم! میں نے تو کوئی بادشاہ اس قوم میں ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے اصحابؓ میں پایا۔

بیعت الرضوان

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش میں نامہ و پیام شروع ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو ابوسفیان اور اعیان قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا کہ ان سے کہیں کہ ہم جنگ کے لیئے نہیں آئے ہیں، مگر انہوں نے جناب عثمانؓ کو پکڑ کر قید کر لیا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو قید کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک ان سے بدلہ نہ لے لوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو طلب فرمایا اور ایک درخت کے نیچے سب نے جان پر کھیل جانے کی بیعت کی اور اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں

قریش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین عہد نامہ

اس کے بعد قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سہیلؓ کو بھیجا کہ اس شرط پر صلح کر لیں کہ اب کے سال لوٹ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو

ؓ : سہیل بن عمرو قریش کے نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو "خطیب قریش" کا خطاب دیا تھا بحوالہ سیرۃ النبی جلد اول شبلی (مرتب)

Marfat.com

قبول فرمایا اور حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا لکھو:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

سہیل نے کہا: میں اس کو نہیں جانتا بلکہ "باسمک اللھم" لکھو چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو کہ اس شرط پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کے ساتھ صلح کی۔

سہیل نے کہا: اگر ہم مانتے کہ آپ رسول اللہ ہیں تو آپ کے ساتھ ہرگز جنگ نہ کرتے، اپنا نام اور اپنے باپ کا نام لکھوائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بموجب جناب علیؓ نے لفظ رسول اللہ مٹا دیا۔* الغرض ان شرطوں پر صلح کی گئی۔

۱۔ دس برس تک ہم جنگ نہ کریں گے۔

۲۔ مشرکین کا کوئی آدمی جو محمدؐ کے پاس آئے اس کو واپس کر دیں گے۔

۳۔ ہر شخص کو اختیار ہے چاہے محمد سے اور چاہے قریش سے عہد کرے۔ اس میں کچھ مزاحمت نہ ہو۔

۴۔ مسلمان اس سال لوٹ جائیں اور دوسرے سال قریش (مکہ سے) تین روز کے لیے باہر چلے جائیں گے۔ مسلمان آئیں اور تین روز مکہ میں رہیں اور بجز اسباب مسافرت

---

*: یہ درست نہیں ہے کہ جناب علیؓ نے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا بلکہ اصل یوں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ خالی میرا نام لکھ دو تو آپ نے عرض کیا کہ میں آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ ہرگز نہ مٹاؤں گا چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا مجھ کو دکھاؤ کہ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علیؓ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔ بحوالہ شبلی سیرۃ النبی جلد اول (مرتب)

Marfat.com

اور میان کی تلواروں کے ساتھ کچھ نہ لائیں۔

یہ معاہدہ لکھا جارہا تھا کہ ابوجندل پسر سہیل بیڑیاں پہنے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے۔ سہیل نے اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہا "اے محمد! اس کے آنے سے پہلے ہمارے اور تمہارے درمیان شرائط صلح طے ہوچکی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— "تو سچ کہتا ہے" اور حکم دیا کہ ابوجندل کو لوٹا دو" انہوں نے فریاد کی "اے مسلمانو! مجھے مشرکین میں لوٹاتے ہو (ابوجندل رضی اللہ عنہ کو کافروں نے اس قدر مارا تھا کہ ان کے جسم پر زخموں کے نشان تھے۔ انھوں نے مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے" تمام مسلمان تڑپ اٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابوجندل رضی اللہ عنہ سے) فرمایا "صبر کرو۔ ہم نے ان کے ساتھ عہد کرلیا ہے۔ اس کو ہم نہیں توڑیں گے" مسلمان رنج کے مارے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے اور پریشان ہوتے رہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو واپس تشریف لائے تو عتبہ رضی اللہ عنہ بن اسید وہاں پہنچے جو ایمان لے آئے تھے۔ انہیں بھی مکہ میں قید کرلیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی واپس بھیج دیا اور فرمایا کہ ہمارے مذہب میں عہد کو نہیں توڑتے ہیں۔ؔ

بادشاہوں کے نام مراسلات

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو اور قیصر اور نجاشی اور مقوقس

ف: ابوجندل رضی اللہ عنہ اسلام لاچکے تھے اور مکہ میں کافروں نے ان کو قید کررکھا تھا اور طرح طرح کی اذیت دیتے تھے۔ آپ کسی طرح بیڑیوں سمیت بھاگ آئے اور سب کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گر پڑے۔ بحوالہ شبلی (مرتب)

Marfat.com

شاہِ مصر وغیرہ کے نام اصحاب کے ہاتھ خطوط روانہ فرمائے۔ مقوقس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خط کی نہایت توقیر کی اور تحائف بھیجے [۸۱]۔ نجاشی نے جعفرؓ بن ابی طالب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ قیصر اگرچہ اسلام لانا چاہتا تھا لیکن اپنی قوم سے خائف تھا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۸۰)

۸۰ : جناب عتبہؓ جب مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچے تو قریش کی طرف سے دو آدمی بھی انہیں واپس لینے کے لیے آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہؓ کو واپس کر دیا اور فرمایا "خدا تمھاری نجات کی کوئی تدبیر نکالے گا"، مشرکین عتبہؓ کو لے کر جب مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو انہوں نے ایک کافر کو قتل کر دیا۔ دوسرا جو بچ گیا۔ اس نے مدینہ پہنچ کر جناب عتبہ کی شکایت کی۔ عتبہؓ بھی مدینہ پہنچ گئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کے موافق اپنی طرف سے مجھ کو واپس کر دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ کہہ کر مدینہ سے چلے گئے اور مقام عیص میں جو سمندر کے کنارے ہے، رہائش اختیار کر لی۔ مکہ کے بے کس اور مظلوم لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ جان بچانے کا ایک ٹھکانہ پیدا ہو گیا ہے تو وہ چوری چھپے بھاگ کر یہاں آنے لگے۔ یہاں تک کہ تھوڑے عرصہ میں وہاں کافی مسلمان جمع ہو گئے اور ان لوگوں نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ قریش کا کاروانِ تجارت جو شام کو جایا کرتا تھا، اس کو لوٹ لیتے تھے۔ ان حملوں سے جو کچھ میسر آتا تھا وہ ان کی معاش کا سہارا تھا۔ قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا کہ معاہدے کی اس شرط سے ہم باز آتے ہیں۔ اب جو مسلمان چاہے، مدینہ جا کر آباد ہو سکتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بے گھر مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ مدینہ آجاؤ۔ چنانچہ ابوجندل اور ان کے ساتھی مدینہ آکر آباد ہو گئے اور قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ محفوظ ہو گیا۔ بحوالہ شبلی، سیرۃ النبی جلد اول (مرتب)

۸۱ : مقوقس نے جو تحائف بھیجے تھے ان میں بارہ کنیزیں بھی تھیں۔ ان کنیزوں میں ماریہؓ بھی تھیں ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کیا اور وہ ام المومنین ہوئیں اور آپ کے بطن سے حضرت

خسرو نے اس خط کو چاک کر دیا اور کہا کہ ”یہ تو میرا بندہ ہے اور مجھ کو ایسا لکھتا ہے“
منذر والی بحرین وہاں کے تمام عربوں کے ساتھ اسلام لایا اور یہود اور گبر اور نصاریٰ
جو وہاں رہتے تھے، سب نے جزیہ دینا قبول کیا۔

جنگ خیبر ۷ھ

ساتویں برس جنگ خیبر ہوئی اور یہ جنگ اس طرح واقع ہوئی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ[۸۲] سے لوٹے تو مدینہ میں ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور کچھ حصہ ماہ محرم کا بسر کیا لیکن خیبر کے یہودیوں سے بے خوف نہ تھے کیوں کہ ان کا بڑا دبدبہ تھا اور وہ (مسلمانوں پر حملے کے لیے) موزوں وقت اور فرصت کے منتظر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سے پہلے کہ یہودی حملہ کریں) ایک ہزار چار سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت سے خیبر کا محاصرہ کیا اور اس کے تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح کیے۔ اوّلاً قلعہ ناعم کو پھر قموص کو، المصعب، وطیح اور سلالم کو فتح کیا پھر خیبر کا قلعہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً نشان (پرچم) حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کیا۔ انھوں نے جنگ کی اور لوٹ آئے۔ دوسری مرتبہ عمرؓ بن الخطاب کو پرچم دیا،

(بقیہ حاشیہ)

ابراہیم تولد ہوئے۔ (میمونہ)

سیرۃ النبی جلد اول میں شبلی لکھتے ہیں۔ عزیز مصر مقوقس اسلام نہیں لایا۔ دو لڑکیاں جو بھیجیں تھیں۔ ان میں ایک ماریہؓ قبطیہ تھیں جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ یہ خاتون خدمت نبی میں پہنچنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھیں۔ (مرتب)

۸۲؎ حدیبیہ ایک گاؤں ہے اور اس گاؤں میں اس نام کا ایک کنواں ہے۔ اسی کنویں کے نام سے

انہوں نے بھی سخت جنگ کی اور واپس آتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں کل ایسے شخص کو پرچم دوں گا کہ قلعہ کو زور کے ساتھ لے گا۔ پس دوسرے دن پرچم جناب علی کے سپرد کیا گیا۔ وہ خیبر کی طرف بڑھے۔ اس وقت وہ سرخ لباس پہنے ہوئے تھے۔ جب خیبر پر پہنچے تو مرحب جو قلعہ کا مالک تھا یمانی خود پہنے ہوئے مقابلے کے لیے آیا اور یہ شعر پڑھا:

قد علمت خیبر انی مرحب   شاکی السلاح بطل مجرب

تمام خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں   دلیر ہوں، تجربہ کار ہوں، سلاح پوش ہوں

یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ   کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔   میں جنگل کے شیر کی طرح مہیب و بدمنظر ہوں۔

اکلیم بالسیف کیل السندرہ

میں تم کو تلوار پر سندرہ[۸۳] کی طرح تولوں گا

پھر ہر ایک نے دوسرے پر وار کیا۔ جناب علیؓ نے پیش دستی کی اور ان کی تلوار مرحب کی سپر کو اور خود کو کاٹتی ہوئی اس کے سر پر پہنچی اور اس کو خاک پر لٹا دیا۔ یہ فتح صفر کے مہینے میں حاصل ہوئی۔ پھر خیبر والوں نے اس شرط پر صلح کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصف پیداوار دیا کریں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ)

گاؤں مشہور ہے۔ اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مابین عہد نامہ صلح ہوا تھا۔

۸۳: سندرہ عرب کی ایک مشہور عورت تھی جس کے صحیح ناپنے اور ٹھیک تولنے کی شہرت عام و خاص میں تھی

Marfat.com

فرمائیں گے، قلعہ خالی کر کے چلے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو منظور فرمایا اور یہود خیبر بدستور قلعہ میں سکونت پذیر رہے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی خلافت کے زمانے میں جلاوطن کر دیا

خالد بن ولید کا قبول اسلام اور سریہ موتہ

آٹھویں سال جناب خالدؓ بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص ایمان لائے اور اسی سال جنگ موتہ واقع ہوئی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حارثؓ بن عمیر کی معرفت ایک خط فرمانروائے بصرہ کے پاس بھیجا۔ جب موتہ میں پہنچے تو شرجیل بن عمرو[۵۴] نے ان کو قتل کر دیا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاوّل ۸ سنہ ھ میں ایک لشکر تیار کیا جس میں تخمیناً تین ہزار آدمی تھے اور زید بن حارث کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کے بعد جناب عبداللہؓ بن رواحہ سپہ سالار ہوں گے۔ یہ سب روانہ ہو کر معان[۵۵] پہنچے وہاں پر سنا کہ ہرقل نے ایک لاکھ رومیوں اور ایک لاکھ عربوں کے ساتھ ان پر فوج کشی کی ہے اور سرزمین بلقاء میں اترا ہوا ہے مسلمان دو رات معان میں مقیم رہے اور سوچتے رہے کہ کیا کریں۔

۵۴: ——— شرجیل بن عمرو جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر جناب حارث کو قتل کیا تھا، عرب اور شام کے سرحدی علاقے کا رئیس تھا۔ اس علاقے کو بلقا کہتے تھے۔ شرجیل قیصر روم کا ماتحت تھا۔ بحوالہ سیرۃ النبی شبلی (مرتب)

۵۵: اردن کے جنوب میں حدود حجاز کے قریب ایک شہر۔ بحوالہ معجم البلدان اردو (مرتب)

Marfat.com

سب نے متفق ہو کر قرار دیا کہ ایک خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں اور ان کے حکم کے آنے کا انتظار کریں لیکن جناب عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ دل کو قوی کر کے اٹھ کھڑے ہو۔ خدا کی قسم! وہ وہی چیز ہے جس کی طلب میں بہ ذوق شہادت گھر سے نکلے ہو اور ہم جماعت کثیر اور اپنی قوت کے بھروسہ پر دشمن سے نہیں لڑتے۔

بلکہ ہمارا لشکر اور ہماری قوت ہمارا دین مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسی کی بدولت فتح مند کیا ہے۔" سب نے کہا "تم سچ کہتے ہو" اور اسی وقت روانہ ہو گئے۔ موضع مشارف پر جو ایک گاؤں بلقاء کے نواح میں سے ہے ٹھہرے۔ وہاں ان کو ہرقل کا لشکر ملا۔ مگر مسلمانوں نے قریہ موتہ کی طرف حملہ کیا اور یہاں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا، اور خوب جنگ ہوئی۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ہاتھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھا اور بڑے جوش و شجاعت کے ساتھ لڑ رہے تھے، یہاں تک کہ مخالف کے لشکر میں جا گھسے اور شہید ہو گئے۔ ان کے شہید ہوتے ہی جعفر ابن ابی طالب نے

---

۶۶ : سیرۃ النبی میں شبلی لکھتے ہیں کہ دشمن کی کثیر تعداد کا ذکر سن کر حضرت زید نے (سب نے) نہیں چاہا کہ ان واقعات سے دربارِ رسالت کو اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ (مرتب)

۶۷ : حضرت زید کے والد یمن کے ایک نہایت معزز قبیلے بنی قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ سعدی قبیلہ طے کی ایک شاخ سے تھیں۔ حضرت زید ابھی بچے ہی تھے کہ ایک قبیلے کے ظالموں نے انہیں اس وقت "اغوا" کر لیا جب ان کی والدہ اپنے میکے جا رہی تھیں اور اثنائے سفر میں ایک جگہ ٹھہری ہوئی تھیں۔ آپ کو بازار عکاظ میں فروخت کیا گیا۔ حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جن کی وساطت سے جناب زیدؓ کو سرورِ کائنات جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب جناب زیدؓ کے

Marfat.com

عَلَمَ (سنبھال) لیا۔ رجز خوانی کرتے ہوئے لڑنے لگے حتیٰ کہ ان کا گھوڑا زخمی ہو گیا

(بقیہ حاشیہ)

والد کو ان کا سراغ ملا تو وہ حضور نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر قیمت پر اپنے بیٹے کی واپسی کی درخواست کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زیدؓ سے پوچھ لو، وہ جانا چاہتا ہے تو لے جاؤ۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں وہ کیا رعنائی و زیبائی اور کیف و سرور تھا کہ جناب زید نے آزاد ہو کر باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ جناب زید کی وابستگی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے متاثر ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت خانہ کعبہ میں مقام حجر کے پاس جا کر اعلان فرمایا کہ "زیدؓ آج سے میرا فرزند ہے میں اس کا وارث ہوں اور وہ میرا وارث ہوگا" اس اعلان کے بعد جناب زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے انتساب کے ساتھ زیدؓ بن محمد کے نام سے زبان زد خاص و عام ہوئے۔ یہاں تک کہ جب اسلام کا زمانہ آیا اور قرآن پاک نے صرف اپنے نسبتی آباء کے ساتھ انتساب کی ہدایت فرمائی تو پھر وہ حارثہ کی نسبت سے زید بن حارثہ مشہور ہوئے۔

اعلان نبوت کے بعد جناب زید اولین اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے۔ حضرت حمزہؓ ایمان لائے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جناب زیدؓ کا بھائی چارہ کرا دیا۔ ان دونوں میں اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ جناب حمزہ جب جنگوں میں شریک ہونے جاتے تو ان ہی کو اپنا وصی بنا کر جاتے تھے۔

معرکہ بدر سے جنگ موتہ تک جس قدر معرکے ہوئے جناب زید سب میں پامردی اور شجاعت کے ساتھ شریک ہوئے۔ مشہور معرکوں کے علاوہ اکثر چھوٹی چھوٹی مہمات ان کی سپہ سالاری میں سر ہوئیں۔ آپ نو دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔ مدینہ ہجرت کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے نکاح کر دیا مگر یہ رشتہ نبھ نہ سکا اور حضرت زید طلاق دینے پر مجبور ہو گئے۔ جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو اپنے نکاح میں داخل فرما لیا۔ حضرت زید ان ممتاز اصحاب میں ہیں جنھوں نے زندگی کے ہر معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو ـــــ

اور وہ پاپیادہ ہوگئے۔ بالآخر وہ بھی شہید ہوگئے۔ ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا تھام لیا اور گھوڑے کو چھوڑ کر پیادہ پا جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمان پریشان ہونے لگے۔ اس وقت ثابت بن ارقم نے علم کو ہاتھ میں لے کر کہا "اے گروہِ مسلمانان! تم اپنے میں سے ایک شخص کی سرداری قبول کر لو"، سب نے کہا تمہارے سردار ہونے پر ہم سب راضی ہیں"۔

(بقیہ حاشیہ)

پیش نظر رکھا۔ بحوالہ مہاجرین، حصہ اول (مرتب)

۵۸: حضرت جعفرؓ طیار ابن ابی طالب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے بیٹے اور حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ کا شمار اسلام قبول کرنے والے شروع کے اکتیس بتیس آدمیوں میں ہوتا ہے۔ پہلی ہجرت حبشہ میں شریک تھے۔ مشرکین مکہ نے جب حبشہ کے بادشاہ سے مسلمان مہاجرین کی واپسی کے لئے وفد بھیجا تو نجاشی والیٔ حبشہ نے مسلمانوں کا موقف سننے کے لئے ان کا نمائندہ بلایا۔ جناب جعفرؓ نے اس موقع پر اسلام کی ترجمانی ایسی عمدگی سے کی کہ نجاشی پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور اس نے مسلمان مہاجرین کو مکہ والوں کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا۔

آپ ہجرت مدینہ کے چھ سال بعد حبش سے مدینہ آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ حضور نبی پاکؐ نے اپنے چچازاد بھائی کو اتنی طویل مدت کے بعد دیکھا تو گلے سے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ مدینہ آئے ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ آپ جنگِ موتہ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہوگئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت حاصل کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں، "میں اس جنگ میں جعفر کی لاش کو تلاش کر کے دیکھا۔ نوے زخم لگے تھے مگر کوئی زخم پیٹھ پر نہ تھا۔

انہوں نے کہا، میں اس کام کے قابل نہیں، خالدؓ بن ولید موزوں ہیں، ______ سب نے اتفاق کیا۔ خالدؓ علم لے کر نہایت جاں بازی سے لڑے اور دشمنوں کو پسپا کیا اور پھر لشکر اسلام مدینہ واپس آیا۔

فتح مکّہ

اسی سال حدیبیہ کی صلح بھی ٹوٹ گئی اور شہر مکہ فتح کیا گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ بنی بکر نے جو قریش کے حلیف تھے، بنی خزاعہ پر، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا، چڑھائی کر دی۔ ان کے چند آدمیوں کو مار ڈالا اور اس کام

(بقیہ حاشیہ)

جناب جعفر بہت کشادہ دل اور فیاض تھے۔ آپ کو غریبوں، مسکینوں اور بے وسیلہ لوگوں کا اتنا خیال رہتا تھا کہ حضور نبی پاک نے آپ کو "ابو المساکین" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ نیز جعفر سے فرمایا کرتے تھے "جعفر تم صورت اور سیرت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو"۔ بحوالہ ایضاً (مرتب)

۸۹ : حضرت ثابتؓ بن اقرم

زیر نظر کتاب میں شاید پروف کی غلطی سے "ارقم" لکھا گیا ہے، جب کہ صحیح "اقرم" ہے۔ آپ کے مفصل حالات کہیں نہیں ملتے، سیرۃ النبی از شبلی میں تو جنگِ موتہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ طبقات ابن سعد میں بھی آپ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے بہت مختصر اور تشنہ ہے۔ بہرحال اس میں جو کچھ ہے وہ یوں ہے کہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بدر و احد و خندق تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مرتدین کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور حضرت خالدؓ کی کمان میں رہے۔ بزاخہ میں دشمن کے لشکر کے حالات معلوم کرنے گئے تھے کہ طلیحہ کے لشکر کے آدمیوں

میں قریش کے ایک گروہ نے بھی بنی بکر کی مدد کی۔ اس لیئے جو معاہدہ قریش اور مسلمانوں کے مابین تھا، ٹوٹ گیا۔[۹]

(بقیہ حاشیہ)

سے سامنا ہوگیا، وہیں لڑائی میں شہید ہوئے۔ بحوالہ طبقات ابن سعد، اردو ترجمہ، حصہ چہارم (مرتب)

۹: یہاں صلح حدیبیہ کے ٹوٹنے کے بارے میں شبلی کا بیان واضح نہیں ہے۔ لہٰذا ابہام دور کرنے کی خاطر شبلی ہی کی دوسری تصنیف سیرۃ النبی سے اس سلسلے کے واقعات کو پیش کیا جاتا ہے۔ صلح حدیبیہ میں طے پایا تھا کہ مسلمان اور قریش مکہ دس برس تک جنگ نہیں کریں گے، امن سے رہیں گے نیز قبائل عرب میں جو قبیلہ جس فریق (مسلمان یا قریش) کے ساتھ چاہے معاہدہ کرکے اس کا حلیف بن سکتا تھا۔ جنگ نہ کرنے اور امن سے رہنے کا اطلاق مسلمانوں اور قریش کے ساتھ ان کے حلیف قبائل پر بھی ہوتا تھا

صلح حدیبیہ کی بناء پر قبائل عرب میں سے خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہوگئے اور ان کے مخالف بنو بکر نے قریش سے مفاہمت کا معاہدہ کر لیا تھا۔ ان دونوں حریفوں میں مدت سے لڑائیاں چلی آتی تھیں۔ اسلام کے ظہور نے تمام عربوں کو مسلمانوں کے خلاف متحد کر دیا تھا۔ اور ان کی آپس کی لڑائیاں رک گئی تھیں۔ کیوں کہ قریش اور عرب کا سارا زور اسلام کے مقابلے میں صرف ہو رہا تھا۔ صلح حدیبیہ سے امن قائم ہوگیا۔ تو بنو بکر سمجھے کہ اب انتقام کا وقت آگیا ہے۔ انھوں نے اچانک بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اور رؤسائے قریش نے اعلانیہ ان کی مدد کی۔ خزاعہ پر اچانک حملہ ہوا تھا، وہ مغلوب ہو گئے۔ چنانچہ مجبوراً انھوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیئے حرم میں پناہ لی۔ لیکن بنو بکر نے حرم کا احترام بھی نہ کیا اور بے دریغ بنو خزاعہ کا خون بہایا۔ بنو خزاعہ کے چالیس افراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریاد لے کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات سنے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا۔ اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی منظور کی جائے

۱ ـــــ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے

Marfat.com

ابوسفیان، مدینہ میں اس غرض سے آیا کہ اس عہد کو تازہ کرے۔ جو حدیبیہ میں ہوا تھا اور اپنی لڑکی ام حبیبہؓ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کے مکان پر قیام کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق گفتگو شروع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا خاموش رہے۔ پھر وہ اصحابؓ کبار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ مجبوراً مکہ کو لوٹ آیا اور قریش سے اپنی سرگذشت بیان کی۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا سامان درست کیا اور مہاجرین و انصار اور چند گروہ عرب کو ہمراہ لے کر جس کی تعداد دس ہزار تھی۔ دسویں رمضان ۸ھ کو مدینہ سے کوچ کیا۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو حضرت عباسؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھے اور آگے آگے جا رہے تھے۔ انھوں نے ابوسفیان اور ابن حزام[۹۱] کی آوازیں سنیں جو تجسس میں نکلے تھے۔ جناب عباسؓ نے

(بقیہ حاشیہ)

۲ ـــــــ قریش، بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳ ـــــــ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قریش نے قاصد رسول کی ان شرائط کے جواب میں اس وقت تو تنگ میں آ کر کہہ دیا کہ صرف تیسری شرط منظور ہے، لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد انہیں ندامت ہوئی۔ تب ابوسفیان کو سفیر بنا کر مدینہ بھیجا۔ (مرتب)

[۹۱] حکیم بن حزام:

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور حضرت زبیرؓ بن عوام کے چچیرے بھائی تھے۔ فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا۔ واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل پیدا ہوئے۔ ایک سو بیس ۱۲۰ سال عمر پائی۔ ساٹھ سال ـــ

Marfat.com

کہا اے ابو حنظلہ! ابو سفیان نے کہا "لبیک" میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، تمھاری کیا حالت ہے؟ "جناب عباسؓ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار آدمیوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں" ——— اس نے کہا "مجھ کو کیا حکم دیتے ہو" ——— حضرت عباسؓ نے کہا "میرے ساتھ آؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے لیئے امان چاہوں گا"

پھر ابوسفیان کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھالیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کے حق میں سفارش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوسفیان کیا ابھی تک بھی تو یہ نہیں سمجھا کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے"۔ کہا "ہاں جانتا ہوں۔ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر خدا کے ساتھ دوسرا خدا شریک ہوتا تو ہمارے کام آتا"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— "شرم کی بات ہے کہ ابھی تک تو نے یہ نہ جانا کہ میں اسی خدا کا رسول ہوں"، کہا "ہاں! اس امر کی نسبت ایک بات میرے دل میں ہے" ——— پھر اسلام قبول کیا کلمۂ شہادت پڑھا، اور مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ "جو کوئی ابوسفیان کے گھر اور خانہ کعبہ میں داخل ہو گا وہ پناہ پاوے گا اور جو شخص اپنا دروازہ بند رکھے گا، وہ بھی امن میں رہے گا۔ پھر جناب عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو دامن کوہ کے تنگ گوشہ میں بٹھا دیں کہ جہاں سے خدا کا لشکر اس کے سامنے سے گذرے اور وہ اس کو دیکھے"۔

(بقیہ حاشیہ)

جاہلیت میں اور ۲۸ سال اسلام میں گذارے۔ جاہلیت و اسلام ہر دو زمانوں میں قریش کے معززین ذی وجاہت لوگوں میں تھے۔ (مرتب)

Marfat.com

حضرت عباسؓ نے لے جا کر اسی جگہ بٹھا دیا۔ پھر سامنے سے بنی غفار کے چار سو، قبیلہ جہینہ کے چودہ سو آدمیوں کا گروہ اور اسی طرح ہذیم و سلیم اور قیس واسد کا ایک ایک گروہ علم اونچے کیئے ہوئے بلند آواز سے تکبیر و تہلیل[۹۲] کرتا ہوا گذرا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بھی گذری۔ آپ لشکر نیلگوں کے بیچ میں تھے اور یہ لشکر بہادران مہاجرین و انصار کا تھا جو لوہے میں غرق نظر آتا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں"؟ جناب عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کے ساتھ ہیں" ——— تو ابوسفیان نے کہا "تمہارے بھتیجے کو بڑی بادشاہی ملی ہے"۔ ——— انھوں نے کہا ——— "یہ کیا کہتے ہو" یہ بادشاہی نہیں، دبدبۂ پیغمبری ہے"۔ ——— پھر ابوسفیان، حکیم بن حزام کے ساتھ مکہ آیا اور اس نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر بآواز بلند کہا ——— "اے گروہ قریش! اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیئے ایسا لشکر لائے ہیں کہ جس کا تم کچھ علاج نہیں کر سکتے ——— انھوں نے کہا ——— "پھر کیا کریں ؟ ——— ابوسفیان نے کہا ——— جو شخص میرے گھر میں یا مسجد الحرام میں داخل ہوگا یا جو اپنا دروازہ بند رکھے گا، پناہ پاوے گا۔ اور پھر بآواز بلند کہا ——— "اے گروہ قریش! اسلام قبول کرو، اور چھٹکارہ حاصل کرو" ——— اس بات کے کہنے پر اس کی بیوی ہندہ سامنے آئی اور اس کی داڑھی پکڑ کر کہنے لگی ——— "اے اولاد غالب[۹۳]! اس بڈھے احمق کی گردن اڑا دو"۔

---

۹۲ : تکبیر "اللہ اکبر" اور تہلیل "لا الٰہ الا اللہ" کو کہتے ہیں

۹۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ ایک ہی نسل سے تھے۔ نبی کریم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب حضرت اسمٰعیلؑ کے واسطے سے حضرت ابراہیم سے جا ملتا ہے۔ حضرت اسمٰعیل کی

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زبیرؓ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کو بھیجا تاکہ مکہ میں داخل ہوں۔ سعد نے کہا کہ آج ہم کعبہ کو حرم نہیں رکھیں گے۔ مہاجرین میں سے ایک شخص نے اس بات کو سن لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ ابن ابی طالب سے فرمایا کہ سعد سے ملو اور جھنڈا ان سے لے لو۔ اور مکہ میں تم داخل ہو اور خالد بن ولید کو حکم دیا کہ مکہ کے نشیب سے داخل ہوں۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔ اس وقت سرخ چادر سرِ مبارک پہ بندھی ہوئی تھی۔ اس فتح کا وہاں پر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر آگے بڑھے۔ اور نشیب سے مکہ کے بلند حصہ پر تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔

عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ نے موضع خندمہ میں ایک بڑی جماعت اکٹھی کر لی تھی۔ جس میں کچھ اوباش تھے اور کچھ بنی بکر اور بنی حارث کے آدمی ان کے ساتھ مل گئے تھے

(بقیہ حاشیہ)

اولاد میں معد نام کے ایک نامی گرامی شخص گذرے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معد تک شجرہ نسب نام بنام موجود ہے اور پوری تفصیل سے مل جاتا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، عبد اللہ، عبد المطلب، ہاشم، عبد مناف، قصی، کلاب، مرہ، کعب، لوئی، غالب، فہر، مالک، نضر، کنانہ، خزیمہ، مدرکہ، الیاس، مضر، نزار، معد۔ کہتے ہیں۔ نضر ہی کو قریش کہتے تھے۔ ان کا اصل نام قیس تھا۔ بہت خوبصورت تھے اس لیے نضر کہا جانے لگا۔

کہتے ہیں کہ نضر حاجت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کیا کرتے تھے، اس لیے ان کا لقب قریش پڑ گیا۔ اس کے علاوہ یہ صحرائی راستوں کے پیچ و خم کو خوب جانتے تھے اور اپنے خاندان کے قافلے کی راہنمائی

Marfat.com

انہوں نے خالد کے اوپر تیر برسائے اور ان کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا۔ خالدؓ بھی تلوار کھینچ کر ان میں گھس گئے۔ تین مسلمانوں کو شہادت حاصل ہوئی۔ چند مشرک قتل ہوئے باقی بھاگ گئے۔ اور بالآخر مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت مشرک عورتیں بال کھول کر راستے میں کھڑی ہو گئیں اور اپنی چادریں مسلمانوں کے گھوڑوں کے منہ پہ مارنے لگیں تاکہ گھوڑے بھڑک اٹھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو دیکھ کر تبسم فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ ان کل ذمۃ اوماثرۃ اومال یدعی
الجاھلیۃ فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ الکعبۃ وسقایۃ الحجاج

ترجمہ۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ اکیلا ہے وہ۔ کوئی اس کا شریک نہیں
آگاہ رہو، جو طرزِ عمل یا مال ——— یا ——— خون ——— جس کا زمانہ جاہلیت
میں مطالبہ کیا جاتا تھا، میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے لیکن مجاورت کعبہ
اور زائرین کو آبِ زمزم پلانے کا انتظام۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے گروہِ قریش!) تم جانتے ہو ہم تمہارے ساتھ کیا کریں گے۔؟ انھوں نے کہا ——— وہ آپ نیکی کے سوا کچھ نہیں

(بقیہ حاشیہ)

کرتے تھے۔ اس لیئے بھی قریش کہلائے۔ قریش کے معنی ہیں تفتیش (تقرش)، نضر کے دادا کا نام غالب تھا۔ اس نسبت سے قریشیوں کو اولادِ غالب بھی کہا جاتا تھا۔ بحوالہ شجرہ رسولِ مقبول۔ محمد رحیم دہلوی (مرتب)

Marfat.com

کریں گے۔ آپ مہربان اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں ـــــــــــ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــــــــ "جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا

اس کے بعد سات مرتبہ طواف کر کے خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھی۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے، جو پیغمبروں اور بزرگوں کے نام پر تراشے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے باہر پھینک دیئے گئے۔ اور ان کی طرف اشارہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ط

حق آیا۔ اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل مٹنے ہی کی چیز ہے

پھر "صفا" پر تشریف لے گئے۔ جناب عمر بن الخطاب بھی ہمراہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنو اور قبول کرو۔ جب مردوں کی بیعت ختم ہوئی تو عورتوں کی بیعت کی نوبت آئی۔ ان میں ہندہ بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی بھی موجود تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں گے"۔ اس نے کہا کہ ہمارے اوپر مردوں سے ایک چیز زیادہ کرتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــــــــ بدکاری سے بچو" ـــــــــــ ہندہ نے کہا ـــــــــــ "کیا کوئی شریف عورت ایسا کر سکتی ہے" ـــــــــــ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــــــــ "اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا" ـــــــــــ ہندہ نے کہا ـــــــــــ "ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا، بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا، پس آپ جانیں اور وہ جانیں" ـــــــــــ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کسی پر تہمت مت باندھو" ـــــــــــ ہندہ نے کہا ـــــــــــ

Marfat.com

خدا کی قسم! یہ بری عادت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی عادت اور اچھے کاموں کے سوا ہم کو کچھ نہیں سکھاتے "۔ــــــ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــــ "نیک کام میں ہمارے حکم سے مت پھرو"۔ ــــــ ہندہ نے کہا ــــــ "اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی منظور ہوتی تو اس جگہ نہ آتے"۔ ــــــ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو حکم دیا اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق عورتوں سے بیعت لی اور توبہ کرائی۔

جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ اس وقت قریش پہاڑ کی چوٹی پر تھے۔ کچھ ان میں سے اسلام لائے تھے اور کچھ پناہ چاہتے تھے۔ جب اذان میں حضرت بلال اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو جویریہ دختر ابوجہل نے کہا کہ خدا نے میرے باپ پر احسان کیا کہ آج بلالؓ کی آواز کعبہ کی چھت پر سے نہ سنی۔ حرث بن[94] ہشام نے کہا، کاش کہ میں آج کے دن مردہ ہوتا"۔ اور بھی کچھ لوگوں نے ایسی ہی باتیں کہیں مگر کچھ زمانہ گذرا تھا کہ ان سب نے اسلام قبول کیا اور پکے مسلمان ہو گئے۔

غزوۂ حنین

اسی سال ۸ھ ماہ شوال میں حنین[95] میں قبیلہ ہوازن[96] کے ساتھ جنگ ہوئی اور

حرث یا حارث بن ہشام، ابوجہل کا حقیقی بھائی (مرتب)

[95] : مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ (مرتب)

[96] : ہوازن ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ اس کی بہت سی شاخیں تھیں۔ ثقیف اور ہوازن نہایت

Marfat.com

اس کی یہ صورت ہوئی کہ جب ہوازن کو خبر ہوئی کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے فتح عطا کی تو کہنے لگے کچھ بعید نہیں (مسلمان) اب ہماری طرف قصد کریں پس یہ بہتر ہے کہ ہم ہی پیش قدمی کریں۔ چنانچہ مالک ابن عوف[۹۷] کی سرداری میں تمام ہوازن جمع ہوئے اور (قبیلہ) بنو ثقیف (کے لوگ) بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ جن کا سردار قارب بن الاسود تھا۔ مالک نے مسلمانوں کی قوت کا اندازہ کرنے کے لیئے اپنے آدمیوں کو بھیجا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنو ہوازن اور ثقیف کی تیاری کے) حال کو سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مع ان دو ہزار آدمیوں کے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور دس ہزار اصحاب کے مکہ سے روانہ ہوئے۔ مسلمانوں نے اپنی جمعیت کو دیکھ کر کہا کہ آج ہم مغلوب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔

ترجمہ: اور حنین کے دن بھی جب کہ تم کو، اپنے مجمع کی کثرت کی وجہ سے غرہ (غرور) ہو گیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہارے لیئے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ (اشرف علی تھانوی۔ سورۃ توبہ آیت ۲۵)

مسلمان حنین کے قریب پہنچے اور ایسے جنگل میں اترے جو پیچ در پیچ تھا اور کثرت سے

(بقیہ حاشیہ)

جنگجو قبائل تھے اور فنون جنگ سے بخوبی واقف تھے۔ بحوالہ شبلی (مرتب)

۹۷: مالک بن عوف غزوہ طائف کے بعد مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت عمر کے زمانے میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ بعد میں دمشق کے حاکم مقرر ہوئے۔ بحوالہ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی جلد اول (مرتب)

Marfat.com

اس میں کھوئیں تھیں۔ یہ لشکر صبح (کاذب) کی تاریکی میں وہاں پہنچا تھا۔ دشمن پہلے سے آ کر تنگ اور پوشیدہ مقامات میں گھات میں بیٹھے تھے مسلمانوں کے پہنچتے ہی ایکا ایک وہ جھپٹے اور ایک بارگی ان پر حملہ کر دیا اور ایسی شکست دی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھی طرف رخ کیا اور مہاجرین وانصار کے کچھ آدمی جن میں ابوبکرؓ و عباسؓ و علیؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے ——— آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— "اے لوگو! یہاں آؤ پیغمبر خدا، ابن عبداللہ ہوں" ———

جناب عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ اور وہ تنومند بلند آواز تھے۔ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آواز دو۔ انھوں نے پکارا، "اے گروہِ انصار اور اے اصحاب الشجرہ! ——— سب نے کہا "لبیک! لبیک! ——— اور ہر شخص نے اپنے اونٹ کو لوٹایا اور اگر کسی کو لوٹنے میں دقت ہوئی تو وہ اپنے اسلحہ لے کر اونٹ سے کود پڑا، اور آواز کی طرف دوڑا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سو آدمی جمع ہو گئے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ جب لڑائی کی آگ پورے زور شور سے مشتعل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب الآن حمی الوطیس

میں پیغمبر ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ ہوشیار ہو جاؤ کہ اب تنور گرم ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور مشرکین کی طرف پھینک کر ماری۔ ان کو شکست ہو گئی[۹۷] چنانچہ قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔

Marfat.com

ترجمہ۔ اور آپ نے دخاک کی مٹھی) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ (اشرف علی تھانوی۔ الانفال۔ آیت ۱۷)

(جنگ ختم ہونے پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ایک عورت کی لاش دیکھی تو پوچھا "اس کو کس نے مار ڈالا"؟ لوگوں نے عرض کیا کہ خالدؓ بن ولید نے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا کہ خالد سے جاکر کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت اور بچے اور مزدور کے قتل سے منع کیا ہے۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کو غنیمت کا مال اور قیدیوں کی کثیر تعداد ہاتھ آئی۔ قیدیوں میں حضرت شیما بنت حارث، جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں، سامنے آئیں اور اپنا حسب نسب بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچانا اور اپنی چادر (ان کو بٹھانے کے لیئے) زمین پر بچھا دی اور جو انھوں نے طلب کیا وہ دیا اور پھر ان کو ان کے گھر پہنچا دیا۔ بعد ازاں ہوازن کے ایلچی آئے اور عرض کیا ——— "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہم پر گذرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہے۔ آپ ہمارے اوپر مہربانی فرمائیے۔ خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مہربانی فرمائے گا" ——— اور بنی سعد والوں میں جو آپ کے ساتھ رضاعت کا رشتہ رکھتے تھے، زہیر آیا اور عرض کیا" ——— اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں میں آپ کی رضاعی پھوپھی اور خالہ اور وہ عورتیں

۹۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر بکھرے ہوئے اصحابؓ جمع ہو گئے اور ایسے قدم جما کر جنگ آزما ہوئے کہ لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ کفار بھاگ نکلے جو رہ گئے وہ گرفتار ہوئے۔ شکست خوردہ مشرکین میں سے کچھ اوطاس میں جمع ہوئے اور کچھ طائف میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی طرف مہم بھیجی اور یہ علاقہ بھی فتح ہو گیا۔ اوطاس، وادی حنین سے کچھ فاصلے پر ایک وادی ہے جہاں عہد رسالت میں بنو ہوازن قابض تھے۔ بحوالہ شبلی (مرتب)

Marfat.com

آئی ہیں جن کی گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی ہے ۔ ہم اگر نعمان بن المنذر کی ایسی خدمت کرتے تو اس سے ہم کو مہربانی کی امید ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سے بہتر ہیں " ——— پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں ہمارے اور عبدالمطلب کی اولاد کے حصہ میں آویں وہ ہم نے تم کو بخشیں اور جس وقت ہم نماز کے لیے جمع ہوں ۔ اس وقت تم یوں کہنا کہ عورتوں اور بچوں کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے پاس اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شفاعت کے لیئے لائے ہیں ۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— "جو کچھ ہمارا اور عبدالمطلب کی اولاد کا ہے ۔ وہ ہم نے تم کو بخشا " ———

یہ سن کر ، مہاجرین و انصار نے کہا کہ "جو ہمارے حصے میں آویں ان کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا ۔ غرض اس طرح تمام قیدیوں نے جن کی تعداد چھ ہزار تھی ، رہائی پائی ۔ اس کے بعد مالِ غنیمت کو سب خاندانوں میں تقسیم کیا ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت قریش اور دیگر قبائل کو دے دیا اور انصار کو کچھ حصہ نہ پہنچایا تو ان کے دلوں کو بہت رنج و ملال ہوا ۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی بول اٹھا کہ اب تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مالِ غنیمت اپنے ہی لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں " آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر ہوئی تو ، سعدؓ[۹۸] بن عبادہ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو حاضر کریں "

---

۹۸ : سعدؓ بن عبادہ :

سعد نام ، ابوثابت و ابوقیس کنیت ، سید الخزرج لقب ۔ قبیلہ خزرج کی شاخ ساعدہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا ۔ اس کے باوجود جناب سعد کے والد نے ان کی —

Marfat.com

جب یہ لوگ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ——— "جو کچھ تم نے کہا مجھے معلوم ہو گیا ہے لیکن کیا خدا نے تم کو گمراہی سے ہدایت پر، افلاس سے دولت مندی پر، اور دشمنی سے محبت کے درجے پر میرے ذریعے نہیں پہنچایا" ——— انھوں نے عرض کیا ——— "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا ——— "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— صاف جواب کیوں نہیں دیتے" ——— کہا ——— "آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کریں" ——— آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ———

(بقیہ حاشیہ)

تعلیم کا ایسا عمدہ بندوبست کیا تھا کہ وہ دورِ جاہلیت ہی میں عربی لکھنے والے ممتاز افراد میں شمار ہوتے تھے۔ بیعت عقبۂ ثانیہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ قریش کو اس کا علم ہوا تو وہ انہیں پکڑ کر لے گئے اور بہت مارا پیٹا۔ معطم بن عدی نے حارث ابن امیہ بن عبد شمس کی مدد سے بمشکل انہیں رہائی دلائی۔ غزوۂ بدر میں کتے کے کاٹنے سے زخمی ہونے کے سبب شرکت نہ کر سکے۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آرزوئے شرکت کے پیش نظر انہیں شرکائے بدر میں شمار فرمایا اور مالِ غنیمت میں ان کا حصہ لگایا۔ جنگِ بدر سے پہلے انصار کی رائے معلوم کرنے کے لیے جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف روئے سخن فرمایا تو سعد بن عبادہ نے ایک پرجوش تقریر کے ذریعے انصار کی طرف سے ہر قسم کے حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دینے کے عزم کا اظہار کیا۔

جنگِ احد اور خندق میں بنو خزرج کا جھنڈا جناب سعدؓ کے پاس تھا۔ فتح مکہ کے روز حضور نبی کریم کا خاص جھنڈا حضرت سعد کے پاس تھا لیکن جب انھوں نے جوش میں آکر کہا کہ آج حرم میں بھی جنگ ہوگی اور قریش سے دو دو ہاتھ ہوں گے تو جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جھنڈا سعد سے لے کر ان کے بیٹے قیسؓ کو دے دیا جائے لیکن جوشِ جنگ کے پیش نظر جو خدشہ ———

"اگر تم چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور میں تمہاری تصدیق کرتا کہ ——— "سب نے تم کو جھوٹا کہا اور ہم نے تصدیق کی، سب نے تم کو ذلیل کیا اور ہم نے امداد کی، تم محتاج و بے نوا آئے تھے ہم نے تم کو ساز و سامان دیا۔

اے گروہ انصار! کیا تم اس بات پر رنجیدہ ہو گئے کہ میں نے مٹھی بھر سونا ایک قوم کے قلوب کی تالیف کے لیئے دے دیا۔ تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کے ساتھ اپنے گھروں کو جاؤ۔ خدا کی قسم! اگر سب لوگ ایک راستے پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر، تو میں انصار کی راہ پسند کروں گا"

اس تقریر کو سن کر سب بے قرار ہو گئے اور اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تقسیم کی ہے، اس پر ہم سب راضی ہیں۔"

غزوہ تبوک ۹ھ

نویں برس جنگ تبوک[99] واقع ہوئی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ

(بقیہ حاشیہ)

حضور کو سعد سے تھا، وہی سعد کو اپنے بیٹے سے تھا۔ اس لیئے انھوں نے درخواست کی، "جھنڈا قیس کو بھی دیا جائے" جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جھنڈا حضرت زبیر کے سپرد کر دیا۔

عہد نبوی کے تمام غزوات میں آپ کی شرکت نمایاں تھی۔ میدان جنگ میں اپنے قبیلے کے سر... ہی ہوتے تھے ۱۵ھ میں انتقال کیا۔ بحوالہ سیر انصار حصہ دوم (مرتب)

99 : تبوک :۔ مدینہ اور دمشق کے وسط میں شام کا ایک سرحدی شہر۔ بحوالہ شبلی (مرتب)

Marfat.com

علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی کہ ہرقل بادشاہ روم مع نصرانی عربوں کے جنگ کا قصد رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ کی تیاری کا سامان کیا۔

اس زمانے میں گرمی کی شدت تھی اور قحط سالی کی وجہ سے لوگ تنگ دست تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی راہ میں جس شخص سے جس قدر ممکن ہو وہ پیش کرے جناب ابوبکر صدیق نے جو کچھ لونڈی، غلام، سونا چاندی رکھتے تھے اور حضرت عثمان نے تین سو اونٹ اور ہزار دینار پیش کیے۔ اور اسی طرح اور لوگوں نے بھی چندہ دیا۔ یہاں تک کہ لڑائی کا سب سامان درست ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے۔ یوحنا، ایلہ[۱۰۰] کا حاکم تھا، اس نے حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کیا۔ اور ایسا ہی حربہ[۱۰۱] والوں نے بھی کیا اور اذرح[۱۰۲] والوں نے بھی سو دینار سالانہ دینے پر صلح کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دس[۱۰۳] روز تک تبوک میں قیام فرمایا لیکن رومی مقابلے کو نہیں آئے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

وفودِ عرب

دسویں سال ہر طرف سے عرب کے ایلچی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن شریف

۱۰۰: ایلہ: یہ مقام خلیج عقبہ کے پاس ہے۔ بحوالہ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی جلد اول (مرتب)

۱۰۱: بغداد اور تکریت کے درمیان ایک مقام کا نام۔ بحوالہ معجم البلدان اردو (مرتب)

۱۰۲: اذرح: عمان کے پاس ایک مقام۔ بحوالہ ایضاً (مرتب)

۱۰۳: سیرۃ النبی جلد اول میں بیس ۲۰ روز لکھا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

میں آیا ہے :-

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ

ترجمہ: جب آئی مدد اللہ کی اور فتح آئی اور دیکھ لیا آپ نے لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں گروہ گروہ (سورۃ النصر آیت ۱،۲)

چنانچہ بنی اسد، بنی تمیم، زبید اور بنی فزارہ وغیرہ کے ایلچی حاضر ہوئے اور حمیر کے بادشاہوں نے بذریعہ تحریر کے اسلام قبول کیا۔

اسی سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ ابن ابی طالب کی سرکردگی میں ایک وفد[۱] یمن کو روانہ فرمایا۔ ہمدان[۲] والوں نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا مضمون سنا تو ایک ہی دن میں اسلام قبول کیا اور پھر یمن کے بہت سے گروہوں نے اسلام قبول کیا اور اسی سال ۲۵ ذی قعد کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کو تشریف لے گئے اور حج و قربانی کی اور ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا۔

وفات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع[۳] سے فارغ ہو کر مدینہ میں قیام فرمایا جب دسواں سال ختم ہوا، اور گیارھویں سال کا آغاز ہوا تو آخر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ

---

[۱] : وفد منتخبہ آدمیوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں، جو کسی خاص غرض کے لیے کسی کے پاس بھیجی جائے۔ وفد کی جمع وفود ہے۔ (میمونہ)

[۲] : ایک قبیلے کا نام جس نے حضرت علیؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ (مرتب)

[۳] : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری حج تھا۔ اسی لیے اس کا نام حجۃ الوداع ہو گیا۔ (میمونہ)

Marfat.com

وسلم بیمار ہو گئے اور دم بدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں ترقی ہوتی جاتی تھی۔ ایک روز جناب فضل بن عباس اور جناب علی کا سہارا لیتے ہوتے باہر تشریف لے گئے اور مسجد میں جا کر منبر پر جلوہ فروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اے لوگو! اگر کسی پشت پر میں نے تازیانہ مارا ہو، تو اس کے لیے اس وقت میری پشت موجود ہے۔ اور اگر کسی کو گالی دے کر پکارا ہو، وہ اس وقت مجھ کو گالی دے کر پکارے اور اگر میں نے کسی کے مال میں سے کچھ لیا ہو تو وہ میرے مال میں سے لے لے۔ اور اس بات کا کچھ خوف نہ کرے کہ میرے دل میں کینہ پیدا ہو گا۔"

ایک شخص نے کہا کہ آپ پر میرے تین درہم قرض ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ادا کر دیئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب احد کے واسطے دعائے مغفرت کی اور مسلمانوں کو انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی۔

جب بیماری نے زیادہ ترقی کی تو اس وقت فرمایا کہ دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے واسطے کچھ لکھ دوں کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔" دلیکن لوگوں نے بار بار دریافت کرنے اور بحث مباحثہ کرنے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر دیا تھا۔ دچنانچہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ———— "مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیوں کہ میں جس عالم میں ہوں وہ اس عالم سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو" ———— اور وصیت فرمائی کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ اور سفیروں کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنا جیسا کہ میں کرتا تھا۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری میں نماز کی امامت

جب بیماری میں شدت ہوئی تو بلال رضی اللہ عنہ نے امامت نماز کے لیئے دریافت کیا تو فرمایا

Marfat.com

وہ ابو بکرؓ سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ جناب ابو بکرؓ نے بعضوں کے نزدیک سترہ نمازیں پڑھائیں اور بعضوں کے نزدیک تین دن تک امارت فرمائی جس روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی، اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں تشریف لائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے لوگوں کی ایسی حالت ہوگئی تھی کہ نماز میں بھی ان سے ضبط نہ ہوسکا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔

نزع کے وقت شدت تکلیف کی وجہ سے ہاتھ میں پانی لے کر بار بار چہرہ انور پر ڈالتے تھے اور یوں فرماتے تھے "بل الرفیق الاعلیٰ"

بارھویں ربیع الاول ۱۱ھ روز دوشنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے رحلت فرمائی۔

جناب علی، جناب عباس کے دونوں لڑکوں فضل اور قثم اور اسامہ بن زید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور کفن میں تین کپڑے دیئے گئے اور حضرت عائشہ کے گھر میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، دوسرے دن دوپہر سے پہلے دفن کیئے گئے۔

کاتب اور عمّال

علیؓ اور عثمانؓ بن ولید، خالدؓ بن سعید، ابانؓ بن سعید، علاء بن الحر، ابیؓ ابن کعب زیدؓ بن ثابت، معاویہؓ بن ابی سفیان حنظلہ الاسدی آپ کے کاتب تھے۔

---

۱۰۶ : عہدہ انشاء (کتابت وحی اور مراسلات و فرامین نویسی) گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حیثیت سے نیابت تھی۔ اس لیئے مختلف اوقات میں بڑے بڑے صحابہ اس خدمت پر مامور کیئے گئے جن میں شرجیل بن حسنہ کندی سب سے پہلے اس شرف سے ممتاز ہوئے یہ نہایت قدیم الاسلام تھے۔

Marfat.com

صنعا میں ابو امیہؓ بن المغیر، حضرت موتؓ میں زیاد بن لبید الانصاری، طے میں عدی بن حاتم طائی، حنظلہ میں اسنٔد و مالکؓ بن نویرہ، بحرین میں علاء بن الحضرمی، زبید و مذحج میں خالد بن سعید عامل صدقات تھے۔

سلاح مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسب ذیل اسلحہ تھے۔

ذوالفقار تلوار جو بدر کے دن بطور غنیمت آئی تھی۔ اس کے علاوہ تین تلواریں تھیں جو بنو قینقاع کی غنیمت میں ملی تھیں جن میں سے ایک کا نام قلعی تھا، ایک کا بتار، ایک حتف۔ تین نیزے تھے، تین زرہیں تھیں، جن کے نام سعدیہ، فضہ اور ذات الفضول تھے۔ تین کمانیں تھیں جو روحا، صفرا، بیضا سے موسوم تھیں۔[۱]

(بقیہ حاشیہ)

مکہ میں انہی نے سب سے پہلے کتابت وحی کا فرض انجام دیا۔ قریش میں سب سے پہلے کاتب عبداللہ بن ابی سرح تھے۔ مدینہ میں اس کی اولیت کا شرف ابی ابن کعب کو حاصل ہوا۔ مشاہیر صحابہ میں سے شاید ہی کوئی بزرگ ایسے ہوں گے جنھوں نے کتابت کی خدمت انجام نہ دی ہو لیکن عام طور پر یہ خدمت حضرت زید بن ثابت سے متعلق تھی اور صحابہ کے گروہ میں ان کا نام اس حیثیت سے زیادہ نمایاں ہے۔

بحوالہ سیرۃ النبی جلد دوم شبلی و سید سلیمان ندوی۔ (مرتب)

[۱]: سیرۃ النبی میں تلواروں کی تعداد نو بتائی گئی ہے زرہوں کی سات نیزان کے نام بھی لکھے ہیں۔ زرہیں سب لوہے کی تھیں۔ جب کہ عرب میں چمڑے کی زرہوں کا بھی رواج تھا۔ (مرتب)

Marfat.com

شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن میں سب لوگوں سے بہتر تھے۔ آپ میں صبر بردباری، فروتنی، شرم، مروت و مہربانی، متانت، حسن، ادب، جواں مردی، دلیری اور دیگر صفات حسنہ اس قدر جمع تھیں کہ کسی ایک شخص میں جمع ہوئیں نہ ہوں گی۔ آپ کا بدن مبارک ہمیشہ پاک وصاف رہتا تھا اور آپ صاف ستھرے کپڑے پہنا کرتے تھے، فصیح زبان تیز ہوش میانہ رو اور خوش خو تھے۔

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی مگر کبھی آپ نے مجھ سے اف تک نہ فرمایا۔ اور نہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا۔

ایک روز ایک اعرابی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے چادر کو اس طرح کھینچا کہ اس کے حاشیہ کا نشان گردن مبارک پر پڑ گیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے سینہ کی طرف مڑ گئے۔ اس نے عرض کیا "اے محمد! جو مال تم کو تمھارے خدا نے دیا ہے، اس میں سے کچھ مجھ کو بھی عطا کرو"، آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور اس کو کچھ دینے کا اشارہ فرمایا۔

اہل مدینہ کی کنیزوں میں سے ایک کنیز تھی جو ضعیف العمر تھی، اکثر اس کے بازار کے کام کر دیتے اور وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی۔ جنگ احد میں جب آپ زخمی ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ مشرکین کے لیئے بد دعا کیجیئے۔ آپ نے فرمایا، "خدا نے مجھ کو بد دعا کرنے کے لیئے نہیں بھیجا" اور فرمایا۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

"اے خدا میری قوم واقف نہیں ہے۔ اس کو راہ راست پر لا"

آپ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا حتیٰ کہ خادمہ تک کو اپنے ہاتھ سے رنج نہیں پہنچایا اور جو تکلیف آپ کو پہنچتی اس کا عوض کبھی نہ لیتے۔ جہاد کے سوا کسی وقت آپ نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو دیا اور اس نے اقرار بھی کر لیا، مگر آپ نے معاف کر دیا۔

تنعیم والوں نے آپ کے قتل پر کمر باندھی تھی۔ جب وہ گرفتار ہو کر آئے تو انکو رہا کر دیا۔

آپ جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے، جب تک وہ خود نہ کھینچتا تھا۔ اور کبھی کسی نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ اپنے ہم جلیس سے پہلے اٹھے ہوں۔

آپ اکثر خاموش رہتے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کو کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا تھی۔ جب کسی چیز کو آپ پسند نہ کرتے تو لوگ آپ کے چہرہ مبارک سے جان لیتے۔ کثرت شرم سے آپ کسی سے چہرہ بر نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے اور کسی کو ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب نہیں کرتے تھے جو اس کو پسند نہ ہوں۔ بدی کا بدی کے ساتھ بدلہ نہ کرتے بلکہ درگذر اور معاف کر دیتے تھے۔ ان سخت موقعوں میں جن میں بہادروں کے قدم اکھڑ

Marfat.com

گئے تھے، آپ اپنی جگہ پر قائم اور ثابت قدم رہے۔

نرم گفتار، نیک عادت اور خلیق و دل جو تھے۔ لوگوں کے ساتھ تالیف قلب کے ساتھ پیش آتے اور ہر قوم کے بزرگوں کی تعظیم کرتے اور سب کے ساتھ بیٹھتے جو جس کے لائق ہوتا اس کے موافق برتاؤ کرتے۔ مانگنے والوں کی حاجت پوری کرتے، اور اگر پوری نہ کر سکتے تو شیریں کلامی سے دریغ نہ فرماتے جو کوئی آپ کو پکارتا آپ لبیک (حاضر) فرماتے۔ اپنے دوستوں سے ملتے اور ہم کلام ہوتے اور اپنی گود میں ان کو بٹھاتے۔

ہر آزاد و غلام اور کنیز و مسکین کی دعوت قبول فرمالیتے اور اپنے نوکر کے ساتھ طعام تناول فرماتے اور عیادت کے لئے مدینہ میں دور دور تک تشریف لے جاتے۔ عذر کرنے والوں کا عذر قبول فرماتے اور اپنے دوستوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ کرنے میں سبقت کرتے اور جو کوئی آپ کے پاس آتا اس کی عزت کرتے اور کبھی اس کے لئے چادر بچھاتے اور اپنا تکیہ اس کے لئے بڑھا دیتے اور دوستوں کو بہترین نام اور کنیت کے ساتھ یاد فرماتے اور کسی کی بات کو قطع نہ کرتے تھے۔

آپ سب لوگوں سے زیادہ خوش خلق اور ہنس مکھ تھے جب آپ کی رضاعی بہن شیما کو لوگ لائے تو آپ نے اس کے لئے چادر بچھائی اور جب آپ کا رضاعی بھائی آیا تو اس کی تعظیم کے لئے اٹھے اور اس کو اپنے پاس بٹھایا اور ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کو جس نے سب سے پہلے آپ کو دودھ پلایا تھا ہمیشہ زر نقد اور کپڑا بھیجتے جب وہ مر گئی تو اس کے اقرباء کا حال دریافت کیا مگر ان میں کوئی باقی نہ رہا تھا۔

ہر شخص کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کو پسند فرماتے تھے۔ ایک روز اپنے دوستوں کے ساتھ تشریف لے گئے، سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہونا چاہیئے" آپ فرماتے تھے میری حیثیت سے زیادہ میری

Marfat.com

تعریف نہ کرو، جیسے نصاریٰ مریم کے بیٹے کی تعریف کرتے ہیں۔ میں ایک بندہ ہوں اس لیئے مجھ کو عبداللہ اور رسول اللہ کہا کرو اور فرماتے تھے کہ مجھ کو دوسرے پیغمبروں کے اوپر فضیلت مت دو۔

ایک روز بازار تشریف لے گئے اور ایک پیرہن خرید لیا بیچنے والے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا، آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ عجم والے اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور میں تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں یعنی تمہارے برابر ہوں۔

جب بنی عامر کے وفد نے کہا کہ آپ ہمارے سید ہیں، تو فرمایا "سید خدا ہے"

آپ کی مجلس نہایت مہذب ہوتی تھی۔ اس میں نہ کوئی زور سے بات کرتا نہ کوئی کسی کی برائی کرتا۔ اور جب آپ کلام کرتے تو تمام اہل جلسہ ادب کے ساتھ سر نیچا کیے ہوئے سنتے اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لے جاتے تو مجلس کے اخیر میں بیٹھتے اور ہر وقت نظر نیچی رکھتے اور آپ کا دیکھنا اس سے زیادہ نہ تھا کہ ایک نظر دیکھ لیتے۔ اکثر خاموش رہتے اور جب کلام کرتے تو ایک ایک بات جدا ہوتی۔ کوتاہی اور فضول گوئی نہیں ہوتی تھی۔

آپ نہایت سہولت اور آہستگی کے ساتھ باتیں کرتے۔ اگر کوئی چاہتا تو ان کے حروف بھی شمار کر لیتا۔

خوشبو کو آپ پسند کرتے اور اکثر استعمال میں لاتے۔

آپ سامان معیشت زیادہ نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ کبھی تین روز تک متواتر سیر ہو کر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی زیادہ تر آپ کی غذا کھجوریں اور پانی تھی۔ آپ کا بستر چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری رہتی تھی۔

جو دو ایثار پسند تھا اور اگلے دن کے لیئے آپ کچھ باقی نہیں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ نوے ہزار درہم آپ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے ان کو چٹائی پر رکھ کر سب کو

تقسیم کر دیا۔
ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے کچھ مانگا، آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو نہیں ہے، لیکن جب میرے پاس آئے تو میں تجھ کو دوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جس چیز کو آپ نہیں کر سکتے اس کی تکلیف خدا نے آپ کو نہیں دی۔ یہ بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی۔ پھر ایک انصاری نے کہا "اے رسول اللہ! آپ خوب دیجئے اور اس کا خوف نہ کیجئے کہ اللہ روزی تنگ کرے گا"۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے
اللہ نے آپ کو "جوامع الکلم"[۱] عطا فرمائے کہ تھوڑی عبارت میں بہت سے معنی بیان فرماتے۔ پس نہایت مناسب ہے کہ اس کتاب کا اختتام آپ کے ان چند اقوال مبارک پر ہو جو حکمت سے بھرے ہوئے ہونے کے علاوہ فصاحت اور بلاغت میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔

---

[۱]: "جوامع الکلم" ان جملوں کو کہتے ہیں جو الفاظ میں کم ہوں اور معنی و مطلب کے لحاظ سے وسیع ہوں۔ (میمونہ)

Marfat.com

جوامع الکلم

(۱) الاعمال بالنیات

(۲) الناس معادن

(۳) ما ھلك امرأ عرف قدرہ

(۴) المستشار مؤتمن

(۵) المرء مع الخیار مالم یتکلم

(۶) لا خیر فی صحبۃ من لا یری لك ما تری له

(۷) رحم اللہ عبدا قال خیرا فغنم او سکت فسلم

(۸) ذوالوجھین لا یکون عند اللہ وجیھا

(۹) الناس کاسنان المشط

(۱۰) المرء مع من احب

(۱۱) المسلمون تتکافؤ دمائھم

(۱۲) الید العلیا خیر من الید السفلیٰ

(۱۳) خیر الامور اوساطھا

(۱۴) لا یلدغ المومن من جحر مرتین

(۱۵) السعید من وعظ بغیرہ۔

(۱۶) الوحدۃ خیر من جلیس السوء

(۱۷) ایاك وكثرة الضحك فانه يميت القلب

(۱۸) قل الحق وان كان مرا

(۱۹) غضوا ابصاركم وكفوا ايديكم

(۲۰) اكرمهم عند الله اتقاهم

(۲۱) حبك الشي يعمى ويصم

(۲۲) لا يرحم الله من لا يرحم الناس

(۲۳) المومن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضاء

(۲۴) خير العمل ما قل ودام

(۲۵) اذا لم تستحي فاصنع ما شئت

(۲۶) انزلوا الناس منازلهم

(۲۷) المومن مراة المومن

(۲۸) كبرت خيانة ان تحدث اخاك حديثا هولك مصدق به وانت كاذب

ترجمہ جوامع الکلم

۱۔۔۔۔۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

۲۔۔۔۔۔ انسان کانیں ہیں۔ (یعنی جس طرح ایک کان میں سے ایک ہی قسم کے جواہر نکلتے ہیں، اسی طرح ایک گروہ اور قبیلہ میں خاص خاص مذاق اور طبع کے لوگ ہوتے ہیں۔)

۳۔۔۔۔۔ جس نے اپنی قدر پہچانی، نجات پائی۔

۴۔۔۔۔۔ مشورے کے لیئے معتمد آدمی چاہیئے۔

۵۔۔۔۔۔ مرد نہ کہی ہوئی بات پر اختیار رکھتا ہے۔

۶ــــــــ ایسے شخص سے ملنا بیکار ہے کہ جو کچھ تو اس کے واسطے چاہے وہ تیرے واسطے نہ چاہے۔

۷ــــــــ نیک آدمی وہ ہے جس نے اچھا کام کیا اور فائدہ پہنچایا، چپ رہا اور رہائی پائی۔

۸ــــــــ منافق کی خدا کے سامنے کچھ عزت نہیں ہے۔

۹ــــــــ لوگ کنگھی کے دانتوں کی مانند ہیں۔

۱۰ــــــــ مرد اپنے دوست کے ساتھ ہے۔

۱۱ــــــــ مسلمانوں کا خون باہم برابر ہے۔

۱۲ــــــــ اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے۔

۱۳ــــــــ وسط کام سب کاموں سے بہتر ہے۔

۱۴ــــــــ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جائے گا۔

۱۵ــــــــ نیک بخت دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے۔

۱۶ــــــــ برے ہم نشینوں سے تنہائی بہتر ہے۔

۱۷ــــــــ زیادہ نہ ہنسو، زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

۱۸ــــــــ سچی بات کہہ، اگرچہ کڑوی ہو۔

۱۹ــــــــ آنکھ زمین پر اور ہاتھ آستین میں رکھ۔

۲۰ــــــــ خدا کے نزدیک وہ زیادہ شریف ہے جو پرہیزگار زیادہ ہے

۲۱ــــــــ محبت تجھ کو اندھا اور بہرا کرتی ہے۔

۲۲ــــــــ جو شخص آدمیوں پر مہربانی نہیں کرتا، خدا اس پر مہربان نہیں ہوتا

۲۳ــــــــ مسلمان لوگ مثل ایک بنیاد کے ہیں کہ اجزاء ان کے ایک دوسرے سے قوت پکڑے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

۲۴ـــــــ اعمال سے بہتر وہ عمل ہے کہ جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ ہونے والا ہو

۲۵ـــــــ اگر تجھے ـــــــ ہے تو جو چاہے کر۔

۲۶ـــــــ ہر شخص کی قدر و منزلت کا لحاظ رکھ۔

۲۷ـــــــ مسلمان دوسرے کے لئے آئینہ ہے۔

۲۸ـــــــ یہ بڑی خیانت ہے کہ اپنے بھائی سے بات کو اس طرح بیان کرے کہ وہ اس کو سچ سمجھے۔ اور تو جھوٹ بکتا ہو۔

Marfat.com

<u>۷۸۶</u>

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدوین اور جدید تقاضے

گذشتہ نصف صدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک کے مآخذ کی تلاش و جستجو پر محققین کی زیادہ توجہ رہی ہے۔ اور حق بھی یہی ہے کہ ایک جامع سیرت کی تدوین کے لیے تا حال مآخذ و مدارک کا بہت فقدان ہے۔

ضرورت ہے کہ پہلے تمام بنیادی اور دریافت شدہ قدیم کتب سیرت کا نہ صرف تاریخی بلکہ Historiography کے اصول و ضوابط کی بنیادوں پر مطالعہ کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ بعض مستشرقین نے اس قسم کے اقدام کیے ہیں مثلاً پروفیسر جوزف ہوروولس[1] اور بارٹولڈ کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ان مآخذ کا نہایت ناقدانہ تجزیہ کیا ہے۔ لیکن تقاضا اس امر کا ہے کہ راسخ العقیدہ مسلمان Historiographer کی حیثیت سے یہ اہم خدمت انجام دی جائے۔ اس سلسلہ میں مشہور مسلمان محقق ڈاکٹر حمید اللہ کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔ لیکن تنہا ایک شخص کہاں تک اور کتنا کام کریگا۔ لازم ہے کہ جواں سال محققین عربی زبان و ادب پر عبور حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یورپ کی علمی زبانوں کو سیکھ کر اس کمی کو پورا کریں۔

اس سلسلہ کے مآخذ کی دریافت کے سلسلہ میں یہ خوش خبری ملی تھی کہ سیرت نبوی

---

[1] Horovitz Joseph: The Earliest Biographies of the Prophet and their Authors." (Islamic Culture, Hyderabad, Deccan. Vol. I, II. 1927 - 28)

اس اہم مقالہ کا عربی و اردو ترجمہ ہو چکا ہے، اردو ترجمہ باسم سیرت نبوی کی ابتدائی کتابیں اور اُن کے مولفین ترجمہ نثار احمد فاروقی - طبع دہلی ۱۹۷۴ء

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی قدیم ترین کتاب "سیرت" مرتبہ ابن اسحٰق کا ایک خطی نسخہ دریافت ہو گیا ہے اور اس کی دریافت سے سیرت کے بہت سے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ ورنہ اب تک اس اہم ماخذ تک آگاہی کا ذریعہ فقط سیرت کی پرانی کتابوں میں شامل اس کے اقتباسات ہی تھے۔ اس اہم کتاب کو ڈاکٹر حمید اللہ ایڈٹ کر رہے ہیں۔ لیکن اس قسم کے بہت سے گم شدہ مدارک کی دریافت کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدوین کی ہے۔

اسی طرح اس مبارک موضوع پر تمام دریافت شدہ مخطوطات اور مطبوعات کے ایک جامع کیٹلاگ کی تالیف و ترتیب کا کام ابھی تک محتاج توجہ ہے۔

یقیناً غیر مسلم مورخین نے اس موضوع پر بہت سا تحقیقی سرمایہ دنیائے علم کو دیا ہے۔ جس میں سے بہت سے مثبت پہلو بھی نمایاں کیے جا سکتے ہیں لیکن یہ حقیقت نہایت تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے کہ اس قسم کے مستشرقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ایسے ایسے اعتراضات اور الزام عائد کیے ہیں کہ ان کا جواب دینا سیرت کا "خصوصی موضوع" بنا ہوا ہے جس پر ابھی تک کوئی قابل قدر کام نہیں ہوا ہے۔ ہمارے استاد پروفیسر ظفر علی قریشی کی ساری زندگی ہی انہیں اعتراضات کا جواب لکھنے میں صرف ہو چکی ہے۔ لیکن یہ کام تاحال مکمل نہیں ہو سکا۔

ہم یورپ کی "غیر جانبدار مورخ" کی اصطلاح آج تک نہیں سمجھ سکے ہمیں غیر جانبداری کا سبق پڑھانے والے مورخین نے ہمارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ساتھ جو سلوک کیا کیا اُسی کا نام "غیر جانبداری" ہے؟

ہم بلا خوفِ تردید اپنی اس رائے کا اظہار کر رہے ہیں کہ پاکستان و ہند کے دورِ غلامی میں ہمیں جس "غیر جانبداری" کی تعلیم دی گئی وہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی یہی وجہ ہے کہ اُس دور میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کا انداز تحریر "معذرت خواہانہ" ہے۔ چونکہ خود یہ لوگ اپنے انبیاء پر ناقابل بیان الزامات عائد کر چکے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ہاں تالیف ہونے والی کتب سیرت کا ایک ایک لفظ اپنے رسول سے "والہانہ محبت" اور جذباتِ ایمان میں ڈوبا ہوا ہے تو وہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ ویسے بھی کسی قوم کو غلام بنانے کے لیے لازم ہے کہ اس کے رہبر و

Marfat.com

نجات دہندہ کی محبت دلوں سے نکال دی جاتی تو یہ کام آسان ہو جاتا ہے ۔
اب ہمارا ملک آزاد ہو چکا ہے، لیکن ابھی تک اعلیٰ معیار کی کوئی بھی ایسی سیرت کی کتاب تالیف نہیں ہو سکی جو ہماری مذہبی، قومی اور ملی جذبات کی ترجمان ہو اور اپنے نبی سے سچی محبت اور حرارت ایمان پیدا کر سکے ۔ اور جس کا ہر لفظ "جانبداری" کی مکمل غمازی کرتا ہو تاکہ "غیر جانداری" کا پول کھل سکے ــــ اور اسلام کی حقیقی غیر جانبداری اور اصول روایت و درایت کا پورا خاکہ سامنے آ جائے ۔
بلاشبہ علامہ شبلی نے اردو زبان کو ایسے سوانحی ادب سے روشناس کروایا جس نے سوانح نگاری کی پوری روش کو ہی بدل کر رکھ دیا ــ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ مزید کام کی ضرورت ہی نہیں رہی ۔ بے شک علامہ شبلی اور مولانا سلیمان ندوی کی مرتبہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سات ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکی ہے ۔ اس کے باوجود جدید دریافت شدہ ماخذ کی بنیاد پر دنیا کی ترقی یافتہ اور ترقی پذیر زبانوں میں ایک جامع سیرت کی پھر بھی کمی محسوس ہو رہی ہے ۔
اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ علامہ شبلی کی مرتبہ سیرت کو مولینا سید سلیمان ندوی جیسے اصحاب علم از سر نو مرتب کریں اور اسے جدید حواشی سے مزین کریں ۔ ہمارے معاصر مصنفین کا اس طرف رجحان ہو رہا ہے ۔ علامہ شبلی کی مرتبہ عربی سیرت کے قدیم اردو ترجمے کو ہمارے بزرگ رفیق کار جناب پروفیسر احسان الحق نے حواشی سے مزین کرنے کی سعی کی ہے، یقیناً علامہ شبلی کی تالیفات کو از سر نو مرتب کرنے کی جس افادیت کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یہ اس سلسلہ کو پہلی کڑی ہے ۔
امید ہے اسی طرح علامہ کی دیگر کتابوں خصوصاً سوانحی کتب کو جدید تقاضوں

لے یقیناً چند کتابیں ایسی بھی تالیف ہوئیں جن کا انداز بیان نہایت والہانہ اور عقیدت مندانہ ہے مثلاً تواریخ حبیب اللہ، رحمۃ للعالمین، سیرت رسول عربی، اصح السیرا ور کتاب سیرت مولفہ مولانا نقی علی خان، علامہ شبلی سے پہلے ہندوستان میں سیرت پر جو کتابیں تالیف ہوئیں ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ۔

عبدالحی حسنی : الثقافۃ الاسلامیۃ فی الهند ـ طبع دمشق ۱۹۵۵ع

لہ ساتویں جلد بہت تاخیر سے یعنی ۱۹۸۰ء میں دار المصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوتی ہے ۔

Marfat.com

کے مطابق حواشی سے مزین کیا جاتا رہے گا۔

دارالمورخین
گیلانی سٹریٹ۔ منور عزیز پارک
بنو دسن پورہ —— لاہور

احقر
محمد اقبال مجدّدی
۲۲ ذی الحج ۱۴۰۱ھ ہجری

محمد اقبال مجددی
ذخیرہ لاہور

مقاماتِ تصوّف

تصنیف

اُستاذُ العُلماء حضرت مولٰنا الحاج محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ آنند (گجرات)

یُونیورسل بُکس ۴۰۔ اے اُردو بازار ◎ لاہور